بہارستانِ اردو

(اردو کی آٹھویں کتاب)

دی جموں اینڈ کشمیر اسٹیٹ بورڈ آف اسکول ایجوکیشن

Govt. Supply

anuary, 2014 - 2.3T
anuary, 2014 - 13.5T
une, 2014 - 51T
une, 2014 - 22T

نظر ثانی وترمیم شدہ ایڈیشن

★ ناشر کی پہلے سے اجازت حاصل کئے بغیر اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یادداشت کے ذریعے بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانکی، فوٹو کاپینگ، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے اس کی ترسیل کرنا منع ہے۔

★ اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جارہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر اس شکل کے علاوہ، جس میں کہ یہ چھاپی گئی ہے یعنی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کر کے تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جا سکتا ہے، نہ دوبارہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جا سکتا ہے۔

★ کتاب کے اس صفحہ پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے، کوئی بھی نظر ثانی شدہ قیمت چاہے وہ ربر کی مہر کے ذریعے یا چسپی یا کسی اور ذریعے ظاہر کی جائے، وہ غلط متصور اور نا قابلِ قبول ہوگی۔

نگران ملک غلام حسن ڈائریکٹر اکیڈمک معاون محمد جمیل دھنوروی

مؤلفین بنیادی ایڈیشن

پروفیسر محمد زمان آزردہ، پروفیسر ظہور الدین، بشیر احمد ڈار

ترمیم شدہ ایڈیشن

پروفیسر اسد اللہ وانی

(سابق پروفیسر شعبہ اُردو جموں یونیورسٹی)

ڈاکٹر عبدالرشید خان

(ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈگری کالج بیروہ)

ڈاکٹر جوہر قدوسی

(ایسوسی ایٹ، گورنمنٹ ڈگری کالج پانپور)

ڈاکٹر عبدالحق نعیمی

(اسسٹنٹ پروفیسر، ڈگری کالج نوشہرہ)

جناب ساسا رام

(لیکچرار گورنمنٹ ہائر اسکینڈری سکول مبارک منڈی جموں)

محترمہ نزہت شاہ

(اکیڈمک آفیسر بورڈ آف اسکول ایجوکیشن سرینگر)

جناب عبدالاحد پرے

(ریٹائرڈ ماسٹر، ایس، آئی، ای)

ڈاکٹر غلام نبی حلیم

(ماسٹر گورنمنٹ ہائر اسکینڈری خانصاحب، بڈگام)

اشاعتی اصلاح کار: ڈاکٹر رینو گوسوامی (جوائنٹ سکریٹری جے اینڈ کے اسٹیٹ بورڈ آف اسکول ایجوکیشن)

کمپیوٹر کتابت: عبدالغنی معرفت Computers مدینہ چوک، سرینگر 9419525103

Printed at: Aravali Printers & Publishers (P) Ltd., W-30, Okhla Industrial Area, Phase-II, New Delhi-110020

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۰۵	پیش لفظ	☆
۰۷	حمد .... (نظم)	۱۔
۱۱	کاہلی .... (نثر)	۲۔
۱۶	لل دیّد .... (نثر)	۳۔
۲۱	لغت .... (نظم)	۴۔
۲۵	استاد کا احترام .... (نثر)	۵۔
۳۰	نوبل انعام کی کہانی .... (نثر)	۶۔
۳۷	سیتا جی کی آہ وزاری .... (نظم)	۷۔
۴۲	گیہوں کا دانا .... (نثر)	۸۔

۹۔	جابر بن حیّان......................(نثر)	۴۸
۱۰۔	خاکِ وطن......................(نظم)	۵۵
۱۱۔	سگریٹ نوشی کی تباہ کاریاں..........(نثر)	۵۹
۱۲۔	آزمائش شرط ہے..................(نثر)	۶۵
۱۳۔	ایک لڑکی......................(نظم)	۷۰
۱۴۔	چند خلاباز خواتین.................(نثر)	۷۵
۱۵۔	گوتم بدھ......................(نثر)	۸۳
۱۶۔	ہماری تاریخ......................(نظم)	۹۰
۱۷۔	زعفران......................(نثر)	۹۵
۱۸۔	کمپیوٹر کا ارتقائی سفر...............(نثر)	۱۰۰
۱۹۔	میرا وطن......................(نظم)	۱۱۰
۲۰۔	اُف! یہ ماحولیاتی آلودگی!.........(نثر)	۱۱۵
۲۱۔	راجا جامبھو لوچن.................(نثر)	۱۲۵
۲۲۔	پولیتھین جن	۱۳۰

پیش لفظ

سٹیٹ بورڈ آف سکول ایجوکیشن ، اوّل سے بارھویں جماعت تک ''بہارستانِ اُردو '' نام کا نیا کتابی سلسلہ متعارف کرتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہے ۔ یہ نیا سلسلہ ''گلستانِ اُردو'' سیریز سے کوئی انحراف یا بغاوت نہیں ہے بلکہ اُسی سلسلے کو بنیاد بنا کر نصاب میں وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں اور تدریسی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر کچھ نئے اسباق شامل کیے گئے ہیں ریاست جموں و کشمیر میں اُردو زبان کی خاص اہمیت ہے ۔ یہ ریاست کی سرکاری زبان ہونے کے ساتھ ساتھ پوری ریاست میں رابطے کی زبان بھی ہے ۔ ملکی سطح پر اُردو کی تدریس کا انتظام تمام ریاستوں میں موجود ہے ۔ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت ملک میں یکساں تعلیمی نظام کے لیے جو نیا معیارِ تعلیم مقرر کیا گیا ہے ، اُس کی روشنی میں اُردو کی درسی کتابوں کو تعلیم و تدریس کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا بورڈ کی اوّلین ترجیحات میں شامل ہے ۔ زیر نظر کتاب اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ، جو آٹھویں جماعت کے طلبہ کے لیے تیار کی گئی ہے ۔

کتاب کو ٹھوس اور مسلمہ لسانیاتی بنیادوں پر تیار کیا گیا ہے ۔ کتاب کا خاص مقصد طلباء کو بنیادی زبان سے واقف کرانا ہے تا کہ وہ معیاری اُردو بولنا ، پڑھنا اور لکھنا سیکھ سکیں ۔ کتاب میں جملوں کی ساخت ، اجزائے کلام ، بنیادی لفظوں کے معنی صحتِ تلفظ اور صحتِ املا پر زیادہ توجہ دی گئی ہے تا کہ طالب علموں میں مطالب کے سمجھنے اور درجے

کے معیار کے مطابق جذبات اور خیالات ظاہر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اردو رسمِ خط کو تعلیم و تدریس کے جدید ترین طریقوں سے سکھایا جائے۔ کتاب کو دورِ حاضر کی تعلیمی ضروریات کے پیشِ نظر ترتیب دیتے ہوئے اس میں قومی، سماجی اور اخلاقی اقدار کو ملحوظ نظر رکھا گیا ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد طالب علم اپنے معیار کی دوسری درسی کتابیں بھی آسانی سے سمجھ سکیں گے۔ میں اُن سب ماہرینِ تعلیم اور تجربہ کار اساتذہ کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں منعقدہ ورک شاپوں میں شمولیت کر کے ہمیں اپنے زریں مشوروں سے نوازا۔

میں مؤلفین کا شکر گذار ہوں جنھوں نے اس کتاب کو ترتیب دیا۔ پُرانے ایڈیشن میں حذف و اضافہ اور نظر ثانی کرنے والی ٹیم ڈاکٹر عبدالرشید خان، ڈاکٹر جوہر قدوسی، جناب ساسا رام، ڈاکٹر عبدالحق نعیمی ڈاکٹر غلام نبی حلیم کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ میں ڈائریکٹر اکیڈیمک جناب ملک غلام حسن اور اکیڈیمک آفیسر محترمہ نزہت شاہ کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے اِس کتاب کی تیاری میں بے حد جانفشانی سے کام کیا۔ کمپیوٹر آپریٹر عبدالغنی کا بھی شکریہ جس نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کتاب ڈیزائن کی۔

آخر میں اساتذہ حضرات سے گزارش ہے کہ وہ اپنے عملی اور تدریسی تجربات کی روشنی میں کتاب کو مزید بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی تجاویز اور آراء سے نوازیں۔

ڈاکٹر شیخ بشیر احمد

چیرمین جے۔ اینڈ۔ کے بورڈ آف اسکول ایجوکیشن

حمد

حمد و ثنا ہو تیری کون و مکان والے
اے ربّ ہر دو عالم دونوں جہان والے
بن مانگے دینے والے عرش و قرآن والے
گرتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے
بے شک رحیم ہے تو رحمت نشان والے

یومِ جزا کا مالک خالق ہمارا تو ہے
سجدے ہیں تجھ کو کرتے، تیری ہی جستجو ہے
امداد تجھ سے چاہیں سب کا سہارا تو ہے
تیری ہی بارگاہ میں بس ایک آرزو ہے
رستہ دکھا دے سیدھا او آسمان والے

وہ راستہ دکھا تو پروردِگارِ عالم
جس پر چلا کیے ہیں پرہیزگارِ عالم
نعمت تھی جن کو ملتی تجھ سے نگارِ عالم
اور نام جن کا اب تک ہے یادگارِ عالم
تیری نظر میں ٹھہرے جو عزّ و شان والے

معتوب ہیں جو تیرے اے خالقِ یگانہ
گمراہ ہوئے جو تُجھ سے اے صاحبِ زمانہ
ہم عاجزوں کو یارب اُن کی نہ راہ چَلانا
کر رحم اتنا اب تو اے زورِ ناتوانا
مقبول یہ دُعا ہو اے آسمان والے

محمد اسماعیل میرٹھی

۱......فرہنگ:

لفظ		معنی
کون ومکان	:	زمین اور آسمان
بن مانگے	:	مانگنے کے بغیر
آن بان	:	شان وشوکت والے، عزت والے
رحیم	:	رحم کرنے والا
یوم جزا	:	قیامت کا دن
معتوب	:	وہ جس پر عتاب کیا جائے

۲......سوالات:

۱۔شاعر خدا سے کیا مانگتا ہے؟

۲۔خدا کی نظر میں کون سے لوگ شان وشوکت والے ہیں؟

۳۔شاعر کس سے مدد مانگتا ہے؟

۴۔نظم کے آخری مصرع میں شاعر نے کیا دُعا مانگی ہے؟

۳............خالی جگہیں بھر لیجیے:

۱۔ گرتے ہیں تیرے در پر سب...........والے

۲۔ امداد تجھ سے چاہیں سب کا.................تو ہے

۳۔ اور...........جن کا اب تک ہے یادگار...........

۴۔ ہم عاجزوں کو..................اُن کی نہ راہ چلانا

۴......غور کیجیے:

دنیا میں کافی دولت مند لوگ گزرے ہیں، لیکن ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جنھیں یاد کیا جاتا ہے۔اس کے برعکس خدا پرست اور خدا شناس لوگوں کو ہم آج بھی یاد کرتے ہیں۔ جہاں اکثر دولت مند لوگ اپنے لیے جیتے ہیں، وہاں بزرگ اور خدا پرست لوگ اپنی زندگیاں دوسروں کے لیے وقف کرتے ہیں۔ کسی ایسی شخصیت کے بارے میں کچھ باتیں لکھیے جو بہت پہلے مر چکا ہو، لیکن لوگ اُسے آج بھی یاد کرتے ہیں۔

کاہلی

کاہلی ایک ایسا لفظ ہے، جس کے معنی سمجھنے میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پاؤں سے محنت نہ کرنا، کام کاج ومحنت مزدوری میں چُستی نہ کرنا، اُٹھنے بیٹھنے چلنے میں سُستی کرنا کاہلی ہے، مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ دِلی قُویٰ کو بیکار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔

ہاتھ پاؤں کی محنت، اوقات بسر کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لیے نہایت ضروری ہے، اور روٹی پیدا کرنا اور پیٹ بھرنا ایک ایسی چیز ہے کہ بہ مجبوری اس کے لیے محنت کی جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں کی کاہلی چھوڑی جاتی ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ محنت مزدوری کرنے والے لوگ، اور وہ جو کہ اپنی روزانہ محنت سے اپنی بسر اوقات کا سامان مہیّا کرتے ہیں، بہت کم کاہل ہوتے ہیں۔ محنت کرنا اور سخت سخت کاموں میں ہر روز لگے رہنا، گویا ان کی طبیعتِ ثانی ہوجاتی ہے۔ مگر جن لوگوں کو ان باتوں کی حاجت نہیں ہے وہ اپنے دِلی قُویٰ کو بے کار چھوڑ کر بڑے کاہل اور بالکل حیوان صفت ہوجاتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ لوگ پڑھتے ہیں اور پڑھنے میں ترقی بھی کرتے ہیں، اور ہزار پڑھے

لکھوں میں سے شاید ایک کو ایسا موقعہ ملتا ہوگا کہ اپنی تعلیم کو اور اپنی عقل کو ضرورتاً کام میں لاوے۔ لیکن اگر انسان ان عارضی ضرورتوں کا منتظر رہے اور اپنے دِلی قویٰ کو بے کار ڈال دے تو نہایت سخت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے۔ انسان بھی مثلِ اور حیوانوں کے ایک حیوان ہے اور جب کہ اس کے دِلی قویٰ کی تحریک سُست ہو جاتی ہے اور کام میں نہیں لائی جاتی تو وہ اپنی حیوانی خصلت میں پڑ جاتا ہے۔ پس ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ اپنے اندرونی قویٰ کو زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے، اور ان کو بے کار نہ چھوڑے۔

ایک ایسے شخص کی حالت کا خیال کرو، جس کی آمدنی اُس کے اخراجات کے مناسب ہو اور اُس کے حاصل کرنے میں اس کو چنداں محنت و مشقّت کرنی نہ پڑے اور وہ اپنے دِلی قویٰ کو بھی بے کار ڈال دے تو اُس کا کیا حال ہوگا۔ یہی ہوگا کہ اُس کے عام شوق وحشیانہ باتوں کی طرف مائل ہوتے جاویں گے۔ شراب پینا اور مزیدار کھانا اُس کو پسند ہوگا، قمار بازی اور تماش بینی کا عادی ہوگا اور یہی سب باتیں اُس کے وحشی بھائیوں میں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ پھوہڑ بدسلیقہ وحشی ہوتے ہیں اور یہ ایک وضع دار وحشی ہوتا ہے۔

ہم قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لیے ایسے کام بہت کم ہیں جن میں ان کو قوائے دِلی اور قوتِ عقلی کو کام میں لانے کا موقعہ ملے اور برخلاف اس کے ولایتیوں میں اور خصوصاً انگلستان میں وہاں کے لوگوں کے لیے ایسے موقعے بہت ہیں اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ انگریزوں کو بھی کوشش اور محنت کی ضرورت اور اس کا

شوق نہ رہے، جیسا کہ اب ہے، تو وہ بھی بہت وحشت پنے کی حالت کو پہنچ جاویں گے۔ مگر ہم اپنے ہم وطنوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جو ہم کو اپنے قوائے دلی اور قوتِ عقلی کو کام میں لانے کا موقعہ نہیں رہا ہے، اس کا بھی سبب یہی ہے کہ ہم نے کاہلی اختیار کی ہے۔ یعنی اپنے دِلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دیا ہے۔ اگر ہم کو قوائے قلبی اور قوتِ عقلی کو کام میں لانے کا موقع نہیں ہے تو ہم کو اسی کی فکر اور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ موقع کیوں کر حاصل ہو۔ اگر اُس کے حاصل کرنے میں ہمارا کچھ قصور ہے تو اسی کی فکر اور کوشش کرنی چاہیے کہ وہ قصور کیونکر رفع ہو۔ غرض کہ کسی شخص کے دل کو بے کار پڑا رہنا نہ چاہیے۔ کسی نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہنا لازم ہے، تا کہ ہم کو اپنی تمام ضروریات کے انجام کرنے کی فکر اور مُستعدی رہے اور جب تک کہ ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کا بے کار پڑا رہنا نہ چھوٹے گا، اس وقت تک ہم کو اپنی قوم کی بہتری کی توقع کچھ نہیں ہے۔ نہایت حکیمانہ قول ہے کہ ؎

بے کار مباش کچھ کیا کر
گر کر نہ سکے تو کچھ کہا کر

سر سید احمد خان

۱.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
قویٰ	:	قوت کی جمع (ارادے کی قوت کے لیے مصنّف نے ''دلی قویٰ'' ''اندرونی قویٰ'' اور ''قوائے قلبی'' ترکیبیں استعمال کی ہیں)
قماربازی	:	جوا کھیلنا
مُستعِدی	:	چُستی

۲.....سوالات:

۱۔ سرسید احمد خان کے خیال میں سب سے بڑی کاہلی کیا ہے؟
۲۔ کون سے لوگ بہت کم کاہل ہوتے ہیں؟
۳۔ انسان کس حالت میں کاہل اور بالکل حیوان صفت ہو جاتا ہے؟
۴۔ اگر انسان اپنے دلی قویٰ کو بے کار ڈال دے تو اُس کا کیا حال ہوگا؟
۵۔ ہماری قوم کی حالت کس طرح بہتر ہو سکتی ہے؟

۳.....جملے پورے کیجیے:

۱۔ روٹی پیدا کرنا اور پیٹ بھرنا ایک ایسی چیز ہے کہ..................
۲۔ ہر ایک انسان کو لازم ہے کہ..................................

۳۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لیے ایسے کام بہت ہیں.........................

۴۔ ہم اپنے ہم وطنوں سے یہ کہتے ہیں کہ...

۵۔ جب تک ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کا بے کار پڑا رہنا نہ چھوٹے گا............

۴...... نیچے دیے ہوئے الفاظ کے متضاد لکھیے :

سُستی، اندرونی، مناسب، شک، بہتری، بدسلیقہ، عارضی، ضروری

۵...... جملوں میں استعمال کیجیے:

قویٰ، بسراوقات، خصلت، پھوہڑ، وحشی،
مصروف، مُستعدی، توقع، حکیمانہ، مشقّت

ا۔ جس طرح 'قلب' سے 'قلبی' صفت بنایا گیا ہے، اسی طرح مندرجہ ذیل الفاظ سے صفت بنایئے:

عقل	محنت	وطن	خیال	علم
انسان	حیوان	قوم	شخص	ذہن

لل دیدٔ

کشمیر قدیم زمانے ہی سے ریشیوں، سَنتوں اور صوفیوں کا مسکن رہا ہے۔ ان ہی بزرگ ہستیوں میں ایک عظیم خاتون بھی گزری ہیں، جنہیں پیار اور عقیدت سے لوگ لل دیدٔ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ لل دید کی زندگی کے حالات کے بارے میں اگرچہ وثوق کے ساتھ بہت کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن اتنا تو بہرحال یقینی ہے کہ وہ چودھویں صدی کے وسط میں سرینگر سے چھ میل دور جنوب مشرق کی طرف، واقع ایک گاؤں ''سیمپور'' میں پیدا ہوئیں۔ اُن کے والدین نے اُس وقت کے رواج کے مطابق چھوٹی عمر ہی میں ان کی شادی پانپور کے ایک پنڈت گھرانے میں کردی۔ سُسرال میں ان کا نام پدماوتی رکھا گیا۔

سُسرال میں ساس اور شوہر کے بُرے سلوک کی وجہ سے لل دیدٔ کی ازدواجی زندگی بہت ہی تلخ گزری۔ اس ضمن میں کئی واقعات کشمیر کی لوک روایت کا حصہ بن چکے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار لل دیدٔ کے سُسرال میں بڑے پیمانے پر ایک دعوت ہوئی۔ دوسرے روز حسبِ معمول جب لل دید گھاٹ پر پانی بھرنے گئی تو سہیلیوں نے

ہنستے ہنستے پوچھا کہ کل تم نے خوب پیٹ بھر کر اچھے اچھے پکوان کھائے ہوں گے۔ اس پر للہ دید کے مُنہ سے بے ساختہ ایک شعر نکلا، جو کشمیری زبان میں ایک ضربُ المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس شعر کے معنی ہیں: ''مینڈھا کپے یا بکرا للہ کی قسمت میں میں تو وہی بٹا ہے''۔ للہ دیدؔ کی ساس کھانا پروستے وقت اُن کے برتن میں ایک بٹا رکھتی تھی تا کہ دیکھنے میں چاول کا برتن خوب بھرا ہوا لگے۔ للہ دیدؔ نہایت صابر تھیں۔ وہ چاول کھا کر بٹا دھو کر ایک طرف رکھ دیتی تھیں تا کہ اُن کی ساس کو دوسرا پتھر ڈھونڈنے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ کسی طرح سے للہ دیدؔ کا یہ شعر اُن کے سُسر کے کانوں تک بھی پہنچا تو انہوں نے اس کی تحقیق کی اور للہ دیدؔ کا بیان صحیح ثابت ہوا۔ للہ دید نہایت صبر سے سسرال والوں کی زیادتیاں برداشت کرتی رہیں۔ لیکن آخر کار اُن کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور انہوں نے گھریلو زندگی کو خیر باد کہا اور ایک مست قلندر کی طرح جگہ جگہ گھومنے لگیں۔ ایک بار وہ نیم برہنہ حالت میں کہیں جا رہی تھیں کہ کہیں دور سے حضرت امیر کبیر میر سید علیؒ ہمدانی آتے ہوئے دکھائی دیے۔ للہ دیدؔ کو اس حالت میں حضرتِ امیرؒ کا سامنا کرنے میں شرم محسوس ہوئی۔ وہ کہیں چھپ جانا چاہتی تھیں لیکن جب آس پاس میں چھپنے کی کوئی جگہ نہ ملی تو ایک نانبائی کی دُکان میں دہکتے ہوئے تنور میں کود پڑیں۔ بے چارے نانبائی کے تو ہوش ہی اُڑ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں جب تنور کا ڈھکن اٹھالیا گیا تو یہ دیکھ کر سب حیران ہوئے کہ للہ دیدؔ ایک خوبصورت لباس پہن کر تنور سے برآمد ہوئیں۔ بعد میں جب اُن سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے زندگی میں پہلی بار کسی مردِ خدا کو دیکھا اور اُن کے سامنے نیم

برہنگی کی حالت میں چیتھڑے پہن کر جانے میں لاج آئی۔لل دیّد اس واقعہ کے بعد کئی بار حضرت امیرؒ سے ملیں اور ان کے علاوہ حضرت شیخ نورالدینؒ سے بھی ملتی رہیں۔ یہ دونوں بزرگ لل دیّد کے روحانی مرتبے سے متاثر تھے۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت شیخ نورالدینؒ پیدا ہوئے تو انہوں نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا۔اسی اثناء میں لل دیّد کا گزر وہاں سے ہوا۔حضرت شیخ کی والدہ ان سے ملیں اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔لل دیّد نے بچے کو گود میں لیا اور اُس سے کہا کہ ''اے ننھّے، دنیا میں آتے ہوئے تمہیں لاج نہ آئی تو اب دودھ پینے میں کیسی شرم''۔ یہ کہہ کر لل دیّد نے ننھّے شیخ کو اپنے سینے سے لگا کر انہیں اپنا دودھ پلایا۔

لل دیّد ایک فطری شاعرہ تھیں۔ وہ کشمیری زبان کی پہلی شاعرہ ہیں، جن کا کلام کشمیریوں کے اجتماعی حافظے میں محفوظ رہ کر بعد میں تحریری صورت میں منتقل ہوا۔ یہ کلام جو ''واکھ'' کہلاتا ہے، مرتب ہو کر کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ان کے اس عارفانہ کلام کو تمام اہلِ کشمیر، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، امیر ہوں یا غریب، پڑھے لکھے ہوں یا اَن پڑھ، سبھی بہت پسند کرتے ہیں۔ان واکھوں میں اُونچ نیچ اور ذات پات کے غیر فطری بندھنوں کو توڑنے اور اعلیٰ انسانی اور اخلاقی قدروں کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ چھ سو سال سے زیادہ مدّت گزرنے کے باوجود بھی ان کے کلام کی مقبولیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ان چھ سو برسوں میں کشمیری زبان میں بڑی تبدیلیاں آئی ہیں۔ بہت سے لفظ یا تو متروک ہو گئے ہیں یا ان کی صورت بدل گئی ہے۔ بہت سارے نئے الفاظ زبان میں داخل ہوئے ہیں۔چنانچہ لل دیّد کے کلام میں

پائے جانے والے بہت سے الفاظ اب، عام کشمیری بولنے والے کی سمجھ میں نہیں آتے، لیکن پھر بھی لل دیؔد کے بہت سارے شعر اور مصرعے اب بھی کشمیری زبان میں محاوروں اور ضرب الامثال کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ یہ لل دیؔد اور اُن کے کلام کی مقبولیت کا ایک بیّن ثبوت ہے۔

لل دیؔد کو مسلمان ''للہ عارفہ'' اور ہندو ''لل ایشوری'' کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے خاصی لمبی عمر پا کر بیج بہاڑہ کے مقام پر وفات پائی۔ کشمیر کے لوگ جب کسی خاتون کی شرافت، پاکبازی، صبر و تحمل اور دینداری سے متاثر ہوتے ہیں تو اُسے لل دیؔد کے نام سے تشبیہہ دیتے ہیں۔ یوں اس خاتون کی عظمت آج بھی لوگوں کے دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے۔

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
ریشی	:	عابد۔ سادھو۔ جوگی
سَنت	:	پارسا۔ پرہیزگار
صوفی	:	پرہیزگار۔ پشمینہ پوش۔ متّقی
وثوق	:	یقین۔ اعتماد
وسط	:	بیچ۔ درمیان

روایت : حکایت۔سرگزشت

ضرب المثل : وہ جملہ جو مثال کے طور پر بیان کیا جائے۔کہاوت

بے ساختہ : بناوٹ کے بغیر۔بے سوچ۔فوراً۔فی البدیہہ

بٹّا : مسالہ پیسنے کا پتھر

لاج : شرم۔حیا۔غیرت

متروک : ترک کیا ہوا، چھوڑا ہوا

۲......سوالات:

۱۔ لل دیّد کس وجہ سے مشہور ہے؟

۲۔ لل دیّد کے زمانے میں کون بزرگ حضرات گزرے ہیں؟

۳۔ حضرت شیخ نورالدینؒ کو دودھ پلاتے وقت لل دید نے کیا کہا؟

۴۔ لل دیّد کے واکھوں میں کن باتوں کی تلقین کی گئی ہے؟

۵۔ لل دیّد کو کِن کِن ناموں سے پکارا جاتا ہے؟

۳............غور کرنے کی بات:

اِس سبق میں ''نیم برہنہ'' کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔اُردو میں ایسے بہت سارے الفاظ ہیں، جن کے آگے ''نیم'' جوڑنے سے اُن کے معنی بدل جاتے ہیں۔یہ تراکیب دیکھیے:

نیم شب۔نیم باز۔نیم عریاں۔نیم حکیم۔نیم روز۔نیم کش۔نیم بسمل

نعت

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مُرادیں غریبوں کی بَر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پَرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا مَلجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مَولا

خطا کار سے درگزر کرنے والا
بَداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زِیر و زَبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا
اور اِک نُسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جسؐ نے کُندن بنایا
کھرَا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب، جس پر قَرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اُس کی آیا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بَلا کا
اِدھر سے اُدھر پھِر گیا رُخ ہَوا کا

_____ الطاف حسین حاؔلی

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
بَرلانا	:	پورا کرنا
پرائے	:	غیر۔اجنبی
مَلجا	:	جائے پناہ۔پناہ ملنے کی جگہ
ماویٰ	:	ٹھکانہ۔پناہ کی جگہ
بداندیش	:	بُرا چاہنے والا
حِرا	:	غارِ حِرا۔وہ گپھا جہاں حضرت محمد ﷺ پر وحی نازل ہوئی
مسِ خام	:	کچّا تانبا
کُندن	:	خالص سونا
قرنوں	:	زمانۂ دراز۔طویل مدت
جہل	:	جہالت
بیڑے	:	ناؤ۔کشتی
موجِ بلا	:	مصیبتوں کی لہر
ضعیف	:	کمزور
درگزر کرنا	:	بخشنا
مفاسد	:	مفسدہ کی جمع۔فساد۔جھگڑے۔بُرائیاں

شیر و شکر : آپس میں ملانا، بھائی چارہ پیدا کرنا (شیر دودھ کو کہتے ہیں اور شکر کھانڈ کو)

نسخۂ کیمیا : قرآن، قیمتی نسخہ

۲......سوالات:

۱۔ شاعر نے حضرت محمد ﷺ کی کچھ صفات کا ذکر کیا ہے۔ آپ ان خوبیوں کو اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

۲۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے عربوں میں قسم قسم کی برائیاں تھیں۔ شاعر نے اِن کی کس کس برائی کا ذکر کیا ہے؟

۳۔ حضرت محمد ﷺ غار حرا میں خدا کی عبادت کرتے تھے۔ یہ غار کس جگہ واقع ہے؟

۳......لکھیے:

فقیروں کا مَلجا، ضعیفوں کا ماویٰ یتیموں کا والی، غلاموں کا مَولا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہَوا کا

اوپر دیے گیے دو شعروں کو سلیس اردو میں لکھیے۔

۴......یاد کیجیے:

اِس نظم کو زبانی یاد کیجیے

اُستاد کا احترام

استاد کا پیشہ سب سے عظیم اور مقدس پیشہ ہے۔ تمام پیغمبروں، مفکروں، پرہیزگاروں اور اولیائے کرام نے استاد کی عزت اور احترام پر زور دیا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب میں اس پیشے کی عظمت اور بڑائی کو تسلیم کیا گیا ہے۔ استاد ہی انسان کو بے خبری کے عالم سے نکال کر جان پہچان کی دنیا میں لاتا ہے۔ تاریک دنیا کو روشن کرنے میں استاد انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کوئی بھی شخص اُس وقت تک دنیا کے ظاہری یا باطنی علوم سے آگاہی حاصل نہیں کرسکتا، جب تک اُسے استاد کی راہنمائی حاصل نہ ہو۔ استاد انسان کی تربیت کر کے اس کی زندگی کی تمام ناہمواریوں کو دور کر کے اس کے لیے زندگی کا سفر آسان بنا دیتا ہے۔ استاد کے تجربات اور مشاہدات سے استفادہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ شاگرد اُس کی باتوں کو سمجھنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اُستاد سے مستفید ہونے کے لیے لازمی ہے کہ شاگرد استاد کے لیے اپنے دل میں عزت، محبت اور احترام پیدا کرے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عالمی سطح پر شہرت حاصل کرنے والے مفکروں مثلاً افلاطون، ارسطو، بوعلی سینا، اقبال، غالب، شیکسپیئر، رابندر ناتھ ٹیگور، امام بخاری اور

مولانا رومؔی وغیرہ نے ہمیشہ اپنے اساتذہ کا دل کی گہرائی سے احترام کیا ہے۔ تاریخ میں ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے جنھوں نے اپنے اساتذہ کے ساتھ احترام و محبت کا رشتہ قائم کر کے مشکل سے مشکل راہوں کا سفر آسانی سے طے کر کے کامیابی کی مسّرت حاصل کی ہے۔

روایت ہے کہ نوشیروان نے ایک بار اپنے فرزند کو تعلیم وتربیت کے لیے ایک استاد کے پاس بھیجا۔ مدت گذرنے کے بعد نوشیروان کو خیال آیا کہ جا کر دیکھے کہ تعلیم و تربیت پانے کی کیا حالت ہے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اُستاد نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں اور اُن کا بیٹا ہاتھ میں لوٹا اٹھا کر پانی ڈال رہا ہے۔ یہ دیکھ کر ان کو کافی غصہ آیا اور بیٹے کے منہ پر چپت لگا دی۔ استاد حیران ہوا کہ شاید اُس سے خیال ہوا ہے کہ شہزادے سے پانی ڈلوا رہا ہے۔ نوشیروان نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے بیٹے کو تنبیہ کی کہ ”استاد خود پاؤں دھو رہے ہیں اور تم پانی ڈال رہے ہو۔ تم کو شرم نہیں آتی ہے؟ کیا تم خود اس کے پاؤں نہیں دھو سکتے ہو“؟

دوسری ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ سکندرِ اعظم دنیا کی بہت سی فتوحات حاصل کر کے وطن واپس پہنچا تو سب سے پہلے اپنے استاد ارسطو سے ملنے کا ارادہ کیا۔ اس غرض سے وہ اپنے استاد کے ہاں گیا۔ جب وہ مکان میں داخل ہوا تو ارسطو صحن میں بیٹھا مزے سے دھوپ تاپ رہا تھا۔ سکندرِ اعظم اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بڑے فخریہ انداز میں بولا ”مانگیئے استاد محترم کیا مانگتے ہو“؟ میں اب دنیا کی ہر چیز آپ کے قدموں میں لا کر رکھ دوں گا!

غرض استاد کا مقام نہایت بلند ہے۔ یہ پیغمبری کا پیشہ ہے، کیونکہ ہر پیغمبر معلم یعنی تعلیم دینے والا رہا ہے۔ ہم سب کو چاہیے کہ ہم اپنے اساتذہ کے احترام اور عزّت کا ہر وقت اور ہر آن خیال رکھیں اور بھولے سے بھی کبھی کوئی گستاخی اُن کی جناب میں نہ کریں۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
عظیم	:	بڑا
پرہیزگار	:	پارسا۔ گناہوں سے بچنے والا
اولیاء	:	ولی کی جمع، اللہ کا دوست
تاریک	:	اندھیرا
باطنی	:	پوشیدہ۔ اندرونی
علوم	:	علم کی جمع
مشاہدات	:	مشاہدہ کی جمع۔ دیکھنا، غور کرنا
استفادہ	:	فائدہ
کثیر	:	زیادہ
چپت	:	چانٹا مارنا۔ طمانچہ مارنا

۲......سوالات

۱۔ کِس پیشے کو عظیم اور مقدس کہا گیا ہے؟
۲۔ استاد کی رہنمائی کیوں ضروری ہے؟
۳۔ اُستاد کو سمجھنے کے لیے شاگرد کو کیا کرنا چاہیے؟
۴۔ نوشیروان نے بیٹے کے مُنہ پر چپت کیوں لگائی؟
۵۔ سکندرِ اعظم نے اُستاد سے کیا کہا؟

۳......درست بیانات کے سامنے (ص) اور غلط بیانات کے آگے (غ) لکھیے:

۱۔ اُستاد بُرے اور بھلے میں تمیز کرنا سکھاتا ہے۔(......)
۲۔ تاریک دُنیا کو روشن کرنے میں اُستاد اہم کردار ادا کرتا ہے۔(......)
۳۔ اُستاد رہنمائی کر کے ناہمواریوں کو دُور نہیں کرتا۔(......)
۴۔ نوشیروان نے اپنے فرزند کو ایک اُستاد کے پاس نہیں بھیجا۔(......)
۵۔ وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اپنے اساتذہ کی عزت کرتے ہیں۔(......)

۴............غور کرنے کی باتیں:

استاد کو معمارِ قوم، معمارِ وطن اور معمارِ انسانیت بھی کہا جاتا ہے۔ معمار کے معنی

ہیں تعمیر کرنے والا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ استاد تعلیم و تربیت کے ذریعے بچوں کے خام اور کچے ذہنوں کو پختہ بنا کر اُن کو انسانیت کے رتبے تک پہنچا دیتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ انسان سازی کرتا ہے یعنی انسان تیار کرنے کا کام کرتا ہے۔ وہ مختلف علوم و فنون کی تعلیم سے نئی نسل کو آراستہ کر کے اعلیٰ انسانی قدروں اور اصولوں پر مبنی سماج تعمیر کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔

آپ اپنے پسندیدہ استاد کے بارے میں دس جملے لکھیے۔

نوبل انعام کی کہانی

نوبل پرائز کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا۔ آیئے اس انعام کے بارے میں آپ کو کچھ باتیں بتائیں۔ اس انعام کے جاری کرنے والے ڈاکٹر ایلفر ڈ نوبل تھے۔ انہیں کے نام پر یہ انعام نوبل پرائز کہلاتا ہے جو دنیا کا سب سے بڑا اعزاز ہے۔

نوبل پرائز ہر سال امن، ادب، فیزیکس، کیمسٹری، ادویات اور اقتصادیات میں نمایاں کارناموں پر دیے جاتے ہیں۔ جو لوگ ادب میں کوئی بہت ہی اہم کتاب لکھتے ہیں، سائنس یا اقتصادیات کے میدان میں کوئی نمایاں کام کرتے ہیں یا دنیا میں امن و امان قائم کرنے کے سلسلے میں کوئی بڑی خدمت انجام دیتے ہیں، وہ نوبل انعام کے

مستحق قرار پاتے ہیں۔ اس انعام کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دنیا کے کسی بھی شخص کو بھی بلا امتیازِ رنگ و نسل مِل سکتا ہے۔ اِس انعام کی رقم لگ بھگ پندرہ لاکھ روپیہ ہوتی ہے۔ متعدد ہندوستانیوں نے یہ انعام حاصل کیا ہے۔

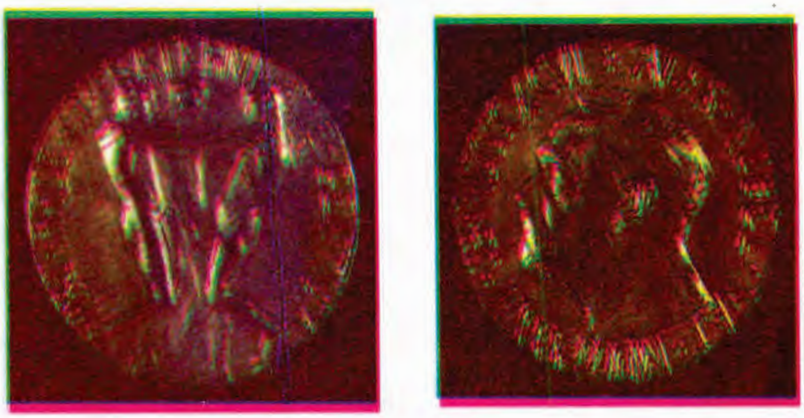

نوبل ''امن میڈل'' کے دو طرف

رابندر ناتھ ٹیگور کو ادب کا نوبل انعام ۱۹۱۳ء میں اُن کی کتاب ''گیتا نجلی'' پر ملا تھا۔ ہمارے سائنس دانوں میں یہ انعام سی۔ وی۔ رَمن کو فزیکس میں ملا تھا۔ اُن کے علاوہ دو اور سائنس دانوں ڈاکٹر ہر گوبند کھورانہ اور ڈاکٹر چندر شیکھر کو بھی نمایاں کام کرنے پر یہ انعام دیا گیا ہے۔ یہ دونوں ایک عرصے سے امریکہ میں رہ رہے ہیں اور وہیں کی یونیورسٹیوں میں کام کرتے ہیں۔ مدر ٹریسا جنہوں نے ہندوستان میں معذور بچّوں اور کوڑھ کے مریضوں کی خدمت کے لیے اپنی زندگی وقف کی تھی، اُن کو بھی نوبل پرائز دیا گیا۔ ۱۹۹۸ء میں اقتصایادت کے شعبے میں ہندوستان کے امرتیا سین کو نوبل انعام دیا گیا۔ اس انعام پر ہر سال لاکھوں روپیہ صرف ہوتا ہے۔ انعام کو قائم کرنے والے الفرڈ

نوبل سویڈن کے رہنے والے تھے۔ اُن کی پیدائش سویڈن کی راجدھانی اسٹاک ہوم میں ۲۱/ اکتوبر ۱۸۳۳ء کو ہوئی۔ ۱۸۹۶ء میں ۶۳ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہو گیا۔

الفرڈ نوبل کے والد ایک تاجر تھے جو الفرڈ کی پیدائش کے وقت دیوالیہ ہو گئے تھے۔ یوں تو وہ بہت پڑھے لکھے اور ذہین تھے مگر تجارت کا کوئی تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے رہی سہی پونجی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ الفرڈ نوبل نو برس کے ہوئے تو اُن کے گھر والے غریبی سے تنگ آ کر وطن چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ وہ سینٹ پیٹرز برگ چلے گئے۔ یہ شہر اُس زمانے میں روس کا دارالسلطنت تھا۔ کچھ عرصے تک تو الفرڈ کی تعلیم گھر پر ہی ہوتی رہی۔ جب گھر کے مالی حالات اچھے ہو گئے تو وہ باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے باہر گئے۔ انہوں نے یورپ بھر کا دورہ کیا اور کئی زبانیں سیکھیں۔ اب وہ اپنے والد کے ساتھ سائنس کے تجربات کرنے میں وقت گزارنے لگے۔ ۲۹/ سال کی عمر میں جب وہ انجینئری اور کیمسٹری میں ماہر ہو گئے تو اُنھوں نے ''نائٹرو گلیسرین'' (Nitroglycerine) دریافت کی۔ ''نائٹرو گلیسرین'' کی ملاوٹ سے انھوں نے ۱۸۶۷ء میں ''ڈائنامائٹ'' ایجاد کیا۔ ''ڈائنامائٹ'' ایک قسم کا بارود ہے جس کی ذرا سی مقدار بڑے سے بڑے پہاڑ کو منٹوں میں اُڑا سکتی ہے۔ خود الفرڈ کے چھوٹے بھائی کی موت ڈائنامائٹ کا گولا پھٹنے سے ہوئی تھی۔ ایسی خطرناک چیز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا بے حد مشکل تھا لیکن الفرڈ نے وہ ترکیب بھی ڈھونڈ نکالی، جس سے اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ حفاظت کے ساتھ لیا جا سکے۔

الفرڈ نوبل بہت محنتی تھے۔ وہ رات دن کام میں لگے رہتے تھے۔ انھوں نے اپنی

محنت سے بہت دولت پیدا کی۔ وہ بہت فراخ دل بھی تھے۔ اُنھوں نے اپنے ملازموں اور مزدوروں کے رہنے کے لیے اچھے ہوادار مکان بنوائے اور اپنے منافع میں کام کرنے والوں کو بھی شریک کیا۔

الفرڈ نے ڈائنامائٹ کی ایجاد اِس لیے نہیں کی تھی کہ کہیں اُسے جنگ کے لیے استعمال کیا جائے اور انسانی بستیوں کو تباہ و برباد کیا جائے۔ اس ایجاد سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ پہاڑوں اور چٹانوں کو توڑ کر پتھر مہیّا کیے جائیں اور کانوں سے دھاتیں برآمد کی جائیں۔ الفرڈ نوبل کو جنگ سے بے حد نفرت تھی۔ اُن کی دلی خواہش تھی کہ دنیا کی تمام قومیں آپس میں امن و صلح کے ساتھ رہیں۔ اسی لیے ہر سال ''امن انعام'' اُس شخص کو دیا جاتا ہے، جو دنیا میں امن قائم کرنے کے لیے کوئی غیر معمولی کارنامہ انجام دے۔

الفرڈ ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتے تھے، مگر اُس کا انتقال ہو گیا۔ اس سانحے کے بعد اُنھوں نے اپنی ساری دولت نیک کاموں کے لیے وقف کر دی۔ اُنھوں نے تمام عمر شادی نہیں کی، اور یہ وصیت کی کہ اُن کی آمدنی سے ہر سال انعامات دیے جائیں۔ لہٰذا اُن کی وصیت کے مطابق ہر سال دنیا کے بڑے سائنس دانوں، ادیبوں، ماہرین اقتصادیات اور امن کے لیے کام کرنے والوں کو یہ انعامات دیے جاتے ہیں۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
اعزاز	:	عزّت دینا۔انعام
ادویات	:	دوا کی جمع
اقتصادیات	:	معاشیات۔پیداوار اور مالی معاملات سے متعلق علم
بلا امتیاز رنگ و نسل	:	رنگ و نسل اور مذہب کے فرق کے بغیر
متعدد	:	کئی
نباتیات	:	پیڑ پودوں کا علم
فراخ دل	:	بڑے دل والا۔سخی
برآمد کرنا	:	نکالنا
وصیّت	:	زندگی میں کی گئی ہدایت کہ مرنے کے بعد ایسا کیا جائے

۲......سوالات:

ا۔ نوبل پرائز کس کے نام پر دیا جاتا ہے؟

۲۔ ہندوستان میں ادبی انعام کِسے ملا؟

۳۔ نوبل انعامات پہلے کِن کِن موضوعات پر دیے جاتے تھے؟

۴۔ الفرڈ نوبل نے کون سا ایسا کام کیا جس سے اس نے غیر معمولی دولت

حاصل کی؟

۵۔ الفرڈ نوبل کہاں کا رہنے والا تھا؟

یہ کیسے معلوم ہوا کہ........................

(ا) الفرڈ نوبل جنگ سے نفرت کرتا تھا۔

(ب) الفرڈ اپنے کارکنوں اور مزدوروں کا خیال رکھتا تھا۔

(ج) الفرڈ نوبل لالچی نہ تھا۔

۳......مندرجہ ذیل شعبوں میں نوبل انعامات جن لوگوں کو ملے، ان کے نام کے سامنے لکھیں:

ادب۔ ادویات۔ نباتیات اور فزیکس۔ اقتصادیات

سی، وی، رَمن..................................

رابندر ناتھ ٹیگور..................................

ہر گوبند کھُورانہ..................................

امرتیا سین..................................

۴......خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پُر کیجیے:

ا۔ نوبل پرائز ادب، امن، فزکس، کیمسٹری اور............میں دیے جاتے ہیں۔

۲۔ نوبل پرائز......................میں شروع ہوا۔

۳۔ الفرڈ نوبل نے......................ایجاد کیا۔

۴۔ الفرڈ نوبل اپنے منافع میں مزدوروں اور کارکنوں کو بھی............کرتا تھا۔

۵۔ الفرڈ نوبل جنگ سے......................کرتا تھا۔

٦۔ نوبل پرائز، دنیا کے سب سے بڑے..................ہیں۔

۵......تلاش کیجیے

جو الفاظ کسی کی اچھائی، برائی یا ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، انھیں صفت کہتے ہیں۔ اس سبق میں ۱۵/ ایسے الفاظ ڈھونڈیے، جو صفت کی تعریف میں آتے ہوں۔

٦......پڑھیے اور جملوں میں استعمال کیجیے:

ادویات۔ اقتصادی۔ تحقیقی۔ حفاظت۔ فصاحت۔ ماحولیات

نباتات۔ کُلیّات۔ حادثات۔ واقعات۔ اخبارات۔ انعام

سیتا جی کی آہ وزاری

(رام چندر جی کے بن باس کے وقت)

ہمراہ اپنے، بن کو مجھے ناتھ لے چلو
ریکھا تمہارے چرنوں کی ہوں، ساتھ لے چلو

نازک ہے میرا شیشۂ دل، ٹوٹ جائے گا
چھوٹا تمہارا ساتھ، تو جی چھوٹ جائے گا

راتیں نہ کٹ سکیں گی اکیلے فراق کی
گھڑیاں وہ جس نے جھیلی ہوں، جھیلے فراق کی

قسمت نے جب سے باپ کے گھر سے کیا جُدا
سوامی! مجھے نہ تم نے نظر سے کیا جُدا

پُتلی کی طرح آنکھوں میں شام و سحر رہی
پہلو میں بن کے صبر و شکیبِ جگر رہی

دُکھ آج تک سہا نہ غمِ انتظار کا
مجھ پر کرم رہا، سِتم روزگار کا

صدمے تمہارے ہجر کے کیوں کر اٹھاؤں گی
میں مر مٹوں گی، دکھ جو یہ دم بھر اُٹھاؤں گی

گھر میں جو چھوڑ جاؤ گے سیتا غریب کو
پاؤ گے بن سے آکے نہ جیتا غریب کو

تاریک تم بغیر ہے عالم مرے لیے
فردوس بھی ہے آہ! جہنم مرے لیے

صحرا مجھے چمن ہے، رفاقت میں آپ کی
دُنیا کے سارے عیش ہیں، خدمت میں آپ کی

یوں ہر! تمہارے ساتھ پھروں گی میں بن میں خوش
بھونرا کلی کلی پہ ہو، جیسے چمن میں خوش

پیتامبر سمجھ کے درختوں کی چھال کو
آراستہ کروں گی قدِ نونہال کو

سوامی! جو تم ہو ساتھ تو کیسا الم کدہ
خس پوش جھونپڑا، مجھے ہوگا صنم کدہ

سبزہ بنا کے لائے گا بستر مرے لیے
جھولا جھلانے آئے گی صر صر مرے لیے

صورت تمہاری دیکھ کے غم بھول جاؤں گی
صحرا کے سارے رنج و الم بھول جاؤں گی

________ سرورؔ جہاں آبادی

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
ناتھ	:	آقا۔شوہر
ریکھا	:	نشان۔لکیر
چرن	:	قدم
سوامی	:	آقا۔شوہر

شکیب : صبر۔ برداشت

ستمِ روزگار : زمانے کی سختیاں

ہر : بھگوان۔ شوہر

پیتامبر : زرد رنگ کا ریشمی کپڑا

الم کدہ : غم کدہ

خس پوش : گھاس پھوس کا

صرصر : تیز ہوا۔ آندھی

۲......سوالات:

۱۔ سیتا جی، رام چندر جی کے ساتھ کیوں جانا چاہتی تھیں؟

۲۔ سیتا جی نے رام چندر جی سے اپنا تعلق کس کس طرح ظاہر کیا ہے؟

۳۔ سیتا جی نے بن باس کی تکلیفوں کو کس طرح راحت قرار دیا ہے؟

۴۔ رام چندر جی سیتا جی کو چھوڑ کر گئے، تو ان پر کیا بیتے گی؟

۵۔ ع ''صحرا مجھے چمن ہے، رفاقت میں آپ کی'': اس مصرع کا مطلب لکھیے۔

۳......غور کیجیے:

۱۔ ''نازک ہے میرا شیشۂ دل، ٹوٹ جائے گا'' کا مطلب ہے: میرا دل شیشہ کی طرح نازک ہے۔

۲۔ ''پہلو میں بن کے صبر و شکیبِ جگر رہی'' کا مطلب ہے: میں صبر و شکیبِ جگر کی طرح پہلو میں رہی۔

۳۔ ''خس پوش جھونپڑا مجھے ہوگا صنم کدہ'' کا مطلب ہے: خس پوش جھونپڑا میرے لیے (آرام میں) صنم کدہ کے مانند ہوگا۔

(ا) یہ سب تشبیہ کے مختلف طریقے ہیں۔ اس نظم میں سے اور مصرعے تلاش کیجیے جن میں تشبیہ کا استعمال کیا گیا ہو۔

(ب) نظم میں جدائی کے لیے کون کون سے الفاظ استعمال ہوئے ہیں؟

(ج) رام چندر جی کے بارے میں مزید معلومات حاصل کریں اور انہیں اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

۴..........یاد کیجیے:

اِس نظم کو زبانی یاد کیجیے

گیہوں کا دانہ

ایک بار کچھ بچّے کھیل رہے تھے۔ قریب ہی زمین میں ایک دَراڑ تھی۔ بچّے کھیلتے کھیلتے وہاں پہنچ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک انڈا پڑا ہوا ہے۔ جب انہوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ انڈا نہیں ہے، بلکہ گیہوں کا دانہ ہے کیونکہ اس میں گیہوں کے دانے کی طرح ایک گہری لکیر تھی۔ ابھی بچّے بحث کر رہے تھے کہ ایک مسافر وہاں پہنچا۔ مسافر بھی ایسی عجیب وغریب چیز دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس نے بچّوں کو پیسے دے کر اُسے مول لیا۔

مُسافر اُسے شہر میں لے گیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے اسے وہاں کے راجا کے ہاتھ بیچ دیا۔ راجا نے فوراً اپنے عقل مند درباریوں کو بُلایا اور یہ گیہوں نما انڈا دکھا کر کہا: ''بتایئے

یہ کیا ہے، گیہوں کا دانہ ہے یا مُرغی کا انڈا''؟

تمام درباریوں نے اُسے غور سے دیکھا، کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا، چنانچہ گیہوں کا دانہ پاس ہی ایک کھڑکی میں رکھ دیا گیا۔ ذرا سی دیر میں ایک چیل آئی اور اُس نے اُس میں چھید کر دیا۔ درباریوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ سچ مچ گیہوں کا دانہ تھا۔

یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ یہ کیسا گیہوں کا دانہ ہے!

راجا نے کہا: ''معلوم کرنا چاہیے کہ اتنا بڑا گیہوں کہاں پیدا ہوتا ہے۔ کسی بوڑھے کسان کو دربار میں حاضر کرو''۔

سپاہیوں نے ایک بوڑھے کسان کو دربار میں حاضر کیا۔ وہ دو لاٹھیوں کے سہارے چلتا تھا۔ اُس کے بال سفید تھے۔ اُس کے مُنہ میں ایک دانت بھی نہ تھا اور اُس کو بہت کم سنائی دیتا تھا۔ راجا نے گیہوں کا دانہ اُس کے ہاتھ میں رکھا۔ بوڑھے نے اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھا اور انگلیوں سے چھو کر اندازہ لگایا کہ یہ کیا چیز ہے۔ تھوڑی دیر تو وہ چُپ رہا، پھر بولا: ''سرکار! میں نے کبھی ایسا گیہوں نہ بویا ہے اور نہ دیکھا ہے، لیکن میرے والد شاید اس گیہوں کے بارے میں کچھ بتا سکیں''۔

اس پر راجا نے حکم دیا کہ اس کسان کے باپ کو دربار میں حاضر کیا جائے۔ یہ کسان بہت ہی بوڑھا تھا۔ وہ ایک لاٹھی کے سہارے چلتا تھا اور اُس کی ایک آنکھ ابھی کام کرتی تھی۔ راجا نے گیہوں کا دانہ اُس کے ہاتھ پر رکھا اور پوچھا: ''بڑے میاں! کیا آپ نے اِتنا بڑا گیہوں دیکھا ہے''؟

یہ بوڑھا کسان بھی کچھ بہرا تھا لیکن اپنے لڑکے جیسا نہ تھا۔ اس نے کہا: ''سرکار!

میں نے آج تک کبھی اتنا بڑا گیہوں نہ بویا ہے، نہ دیکھا ہے اور کبھی مول بھی نہیں لیا، کیونکہ ہمارے زمانے میں مول لینے کا رواج ہی نہ تھا۔ ہم اپنے کھیتوں میں اتنا اُگاتے تھے کہ مول لینے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اُن دنوں روپیہ پیسہ بھی نہ تھا۔ ہمارا گیہوں آج کے گیہوں سے بڑا نہ تھا۔ میں نے اپنے والد کی زبانی اتنے بڑے گیہوں کا ذکر تو سنا ہے۔ اُن کے زمانے میں ایسا گیہوں ہوتا تھا۔ آپ ان سے دریافت کرلیں''۔

اب اُس بوڑھے کسان کو بھی حاضر کیا گیا۔ وہ دربار میں، جوانوں کی طرح، بغیر کسی سہارے کے چلتا ہوا آیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں مضبوط تھے۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی اور وہ بہرا بھی نہ تھا۔ راجا نے گیہوں کا دانہ اس کے ہاتھ میں دیا۔ اس نے جیسے ہی اس گیہوں کو ہاتھ میں لیا تو مارے خوشی کے اُچھل پڑا اور بولا: ''یہ تو میرے زمانے کا گیہوں ہے''!

راجا نے پوچھا: ''بڑے دادا! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایسا گیہوں کب اور کہاں پیدا ہوتا تھا''؟

کسان بولا: ''مہاراج! میرے زمانے میں ایسا گیہوں ہر جگہ ملتا تھا اور بویا جاتا تھا۔ میں نے اپنی جوانی میں ایسا گیہوں بویا بھی ہے اور کھایا بھی ہے''۔

راجا نے پوچھا: ''بڑے دادا! کیا ایسا گیہوں بازار میں بکتا تھا''؟

کسان نے جواب دیا: ''سرکار! ہمارے زمانے میں کوئی بھی اناج بیچنے کا گناہ نہ کرتا تھا۔ ہم میں سے کوئی بھی پیسے کا نام نہ جانتا تھا۔ ہر ایک کے پاس اپنی ضرورت کے مطابق گیہوں ہوتا تھا''۔

یہ سُن کر راجا نے پھر پوچھا: ''بڑے میاں! یہ بتایئے کہ ایسا گیہوں آپ کس زمین میں بوتے تھے اور آپ کے کھیت کہاں تھے''؟

اس پر بوڑھے دادا نے کہا: ''ہمارے کھیت اتنے بڑے تھے جتنی خدا کی زمین۔ جہاں جہاں میں ہل جوتتا تھا، وہ میرا کھیت تھا۔ اُس زمانے میں کوئی نہ کہتا تھا کہ یہ زمین میری ہے۔ انسان اپنے ہاتھوں سے کام کیے بغیر کسی چیز کو اپنا نہیں کہتا تھا''۔

راجا نے کچھ سوچا اور پھر کہا: ''بڑے دادا! مگر ہم اس زمانے میں اتنا بڑا گیہوں کیوں نہیں پیدا کر سکتے؟ دوسرے یہ کہ آپ کا پوتا تو دو لاٹھیوں کا سہارا لیتا ہوا آیا، لیکن آپ بغیر کسی سہارے کے چلتے ہیں اور آپ کی صحت اتنی اچھی ہے''؟

بوڑھا کسان بولا: ''سرکار! اتنا بڑا گیہوں اب نہیں اُگتا۔ وجہ یہ ہے کہ آج کا انسان اپنی کمائی پر مطمئن نہیں، بلکہ اپنے پڑوسی کی دولت کی طرف للچائی ہوئی نظر سے دیکھتا ہے۔ اُس وقت ہر انسان خدا پر ایمان رکھتا تھا اور اپنی محنت پر بھروسا کرتا تھا؛ اسی لیے اس کا بویا ہوا گیہوں اتنا بڑا تھا اور اس کی صحت بھی اچھی تھی''۔

__________لیوٹالسٹائی

۱......فرہنگ:

لفظ		معنی
دریافت کرنا	:	معلوم کرنا
مطمئن ہونا	:	اطمینان رکھنا
حاضر	:	موجود۔سامنے
رواج	:	طریقہ

۲......سوالات:

۱۔ یہ کیسے پتا چلا کہ وہ انڈا نہیں، گیہوں کا دانہ تھا؟
۲۔ سب سے زیادہ کمزور کون تھا؟............ بیٹا، باپ یا دادا............؟
۳۔ بڑے دادا نے اس دانے کو کیوں پہچان لیا؟
۴۔ آج کے انسان کی زندگی دکھ بھری کیوں ہے؟
۵۔ گیہوں ہمارے لیے کیوں ضروری ہے؟ ہم اچھا گیہوں کیسے اُگا سکتے ہیں؟

۳......خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

۱۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ انڈا نہیں............کا دانہ ہے۔

۲۔ ایسا گیہوں کا.............اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا۔
۳۔ اپنے پڑوسی کے مال کی طرف للچائی ہوئی.............سے نہ دیکھنا چاہیے۔
۴۔ اُس وقت ہر انسان اپنی.............پر بھروسا کرتا تھا۔
۵۔ اسی لیے اس کا گیہوں اتنا بڑا ہوتا تھا کہ دیکھنے میں انڈے کی......لگتا تھا۔

۴......پڑھیے اور یاد کیجیے:

☆ عقل مند	☆ صحت مند
☆ ضرورت مند	☆ دردمند
☆ غیرت مند	☆ گنہہ گار
☆ دین دار	☆ مال دار
☆ شان دار	☆ حیادار
☆ دیانت دار	☆ ایمان دار

۵............اِس کہانی کو پڑھ کر آپ کو کیا سبق مِلا۔

جابر بن حیّان

آج سے کوئی سینکڑوں سال پہلے ۸۱۸ء کے آس پاس کوفے میں ایک عطّار رہا کرتا تھا۔ اس عطّار کا نام حیّان تھا۔ عطّاری سے مشکل سے اُس کی گذر بسر ہوتی تھی۔ اُس کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام جابر رکھا گیا۔ حیّان کو فکر لاحق ہوئی کہ اب کیا ہوگا؟ روزی روٹی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ پیسہ کمانے کے لالچ میں وہ چھوٹے بڑے جرائم میں ملوث ہوگیا۔ جابر ابھی نہایت ہی کم سن تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اب جابر کی تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ اس کی غریب ماں پر آن پڑا۔ ماں نے کمسن جابر کو کوفہ کے باہر گاؤں میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں بھیج دیا۔ اِس طرح جابر کو بچپن کے یہ دن دیہات کی آزاد فضا میں گذارنے کا موقع ملا۔ گاؤں میں اسے معمولی تعلیم میسّر ہوئی۔ البتہ تلاش و جستجو کا مادہ اس میں کوٹ کوٹ کر بھر گیا۔ کچھ سال گاؤں میں

گذارنے کے بعد جابر واپس کوفہ آیا۔ ان دنوں کوفہ میں عمدہ علمی ماحول تھا۔ جابر میں مزید تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اِس مقصد سے اُس نے مدرسے میں داخلہ لیا اور مرّوجہ تعلیم حاصل کی۔ اب جابر جوان تھا۔ اس سے ماں کی غربت دیکھی نہ گئی چنانچہ اس پر سونا بنانے کی دُھن سوار ہو گئی اور اُس نے مختلف قسم کی دواؤں کی خاصیتیں معلوم کرنا شروع کیں۔ ساتھ ہی قسم قسم کی دھاتیں لے کر انھیں طرح طرح کی جڑی بوٹیوں کے ساتھ ایک خاص قسم کی بھٹی میں پگھلانا شروع کیا۔ اس کے گھر میں قسم قسم کی جڑی بوٹیاں، طرح طرح کی دھاتیں، الگ الگ شکلوں کے برتن تھے۔ وہ ہر وقت کیمیا گری کے نت نئے تجربے کرتا رہا۔ کیمیا گری کے ان تجربوں کے دوران اس نے بہت سی چیزیں ایجاد کیں، جن سے لوگوں کو کافی فائدہ ہوا۔ اِس طرح جابر کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ ہارون رشید، جو اُس وقت بغداد کا خلیفہ تھا نے جابر کو بغداد آنے کی دعوت دی۔ جابر بغداد گیا تو اس کی بڑی قدر ہوئی۔ خلیفہ نے اسے انعام و اکرام سے نوازا۔

جابر سے پہلے دنیا علمِ کیمیا (کیمسٹری) میں تجربات کی اہمیت سے ناواقف تھی۔ اُس نے کیمیائی تجربات کیے۔ ان تجربات کے اصول اور قاعدے مرتب کیے۔ یہ اصول وقواعد اب بھی استعمال ہوتے ہیں۔

یہ جابر ہی تھا جس نے سب سے پہلے ہمیں بتایا کہ ٹھوس چیزوں کو بخارات میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اُس نے ٹھوس چیزوں سے ہلکی لطیف چیزیں حاصل کر کے انہیں دواؤں میں ملایا۔ اسی طرح اُس نے دواؤں کو محفوظ رکھنے کا طریقہ بھی ایجاد کیا۔ یہ وہی

طریقہ ہے جسے ہم آج کل سبلیمیشن (Sublimation) کے نام سے جانتے ہیں۔ جابر یہیں نہیں رُکا اُس نے آکسیڈیشن (Oxidation) کا طریقہ بھی ایجاد کیا۔ لوہے پر تجربات کیے اور ہمیں بتایا کہ لوہے کو کس طرح صاف کر کے فولاد میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

جابر نے ہمیں دکھایا کہ لوہے کو کیسے زنگ سے بچایا جا سکتا ہے۔ اُس نے چمڑا رنگنے کا طریقہ دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ بالوں کو کالا کرنے کا نسخہ بھی تیار کیا۔ عرق کشید کرنے کا آلہ بھی اسی ذہین کیمیا گر کی ایجاد ہے۔ یہ وہی آلہ ہے جسے ہم ریٹارٹ (Retort) کے نام سے جانتے ہیں۔

جابر ہی نے معدنی تیزاب ایجاد کیا۔ تیزاب ایک نہایت ہی کارآمد کیمیا ہے۔ قلمی شورے کا تیزاب (Nitric Acid) ایجاد کرنے کا سہرا بھی اُسی کے سر ہے۔ نائیٹرک ایسڈ بناتے وقت اُس کے کافی برتن ضائع ہوئے۔ وہ جس برتن میں بھی یہ تیزاب رکھتا تھا تو اس میں سوراخ ہو جاتا۔ جابر نے اس بات کی پروا نہ کی بلکہ قسم قسم کے برتنوں میں اس تیزاب کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں اس کے تمام برتنوں میں سوراخ ہوئے۔ اُس کے پاس چاندی کی کٹوری تھی، اس نے تیزاب کو اس کٹوری میں جمع کرنا چاہا تو اس میں بھی سوراخ ہو گیا۔ اب اس کے پاس سونے کا ایک برتن بچا تھا۔ اُس نے اسے بھی آزمایا۔ سونے کے اُس برتن پر تیزاب کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اُس کے پاس شیشے کا بھی ایک برتن تھا۔ اس پر بھی اس نے یہ تجربہ کیا۔ یہ بھی اُس تیزاب کے اثر سے محفوظ رہا، چنانچہ اپنے تجربات کا ذکر کرتے ہوئے جابر لکھتا ہے: ''قلمی شورے کا

تیزاب اتنا تیز تھا کہ کوئی برتن بچ نہ سکا، صرف دو چیزیں ایسی ملیں جن پر اس تیزاب کا اثر نہ ہوا، ایک سونے کا برتن اور دوسرا شیشے کا برتن......"

اِس عظیم سائنس دان نے کئی قسم کے تیزاب ایجاد کیے۔ اُس نے سونا پگھلانے والا تیزاب بھی ایجاد کیا۔ مختلف قسم کے تیزاب تیار کرتے کرتے اُس کی آنکھیں خراب ہو گئیں۔ طرح طرح کے تیزاب بناتے بناتے اُس کی اُنگلیاں تک جل گئیں لیکن اس نے تحقیق کا کام نہیں چھوڑا۔

جابر بن حیّان دُنیا کا پہلا سائنس دان ہے جس نے علم کیمیا (کیمسٹری) میں تجربات کو اہمیّت دی۔ اُس نے تمام زندگی تجربات میں صرف کی۔ علم کیمیا کو جابر نے بہت کچھ دیا۔ کوفہ کے اس عظیم سائنسداں کو علم کیمیا (کیمسٹری) کا بابا آدم (Father of Chemistry) تسلیم کیا جاتا ہے۔

فرہنگ

لفظ	:	معنی
عطّار	:	عطر بیچنے والا
فکر لاحق ہونا	:	اندیشہ ہونا۔ احتمال ہونا۔ فکر کرنا۔ فکر ہونا

روزی روٹی : روزگار۔ معاش۔ گزارہ

کم سِن : چھوٹا۔ کم عمر

میسّر : مہیّا

کوٹ کوٹ کر بھرنا : ٹھونس کے بھرنا۔ بہت زیادہ بھرنا

مرّوجہ : جس کا رواج ہو۔ جو عام ہو

دُھن سوار ہونا : کسی خیال یا بات کے پیچھے لگنا۔ شوق ہونا۔ کیفیت طاری ہونا

بھٹی : بڑا چولہا۔ لوہاروں اور دھوبیوں کا چولہا

کیمیا گر : کیمیا بنانے والا (پہلے یہ اصطلاح سونا یا چاندی بنانے والے کے لیے مخصوص تھی۔ اب اسے دوائیں یا اسی قسم کی دوسری چیزیں دریافت کرنے والے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے)

مرّتب : ترتیب دینے والا

قواعد : قاعدہ کی جمع

محفوظ : حفاظت سے رکھا ہوا

ایجاد کرنا : وجود میں لانا۔ نئی بات پیدا کرنا

دریافت کرنا : ڈھونڈ نکالنا

کشید کرنا : عرق نکالنا

آلہ : اوزار۔ ہتھیار

معدنی تیزاب : وہ تیزاب جو دھاتوں سے بنایا جائے

عظیم : بڑا۔ بڑے رتبے والا

بابا آدم : موجد۔ شروع کرنے والا

۲......سوالات:

۱۔ جابر بن حیّان کون تھے؟

۲۔ جابر بن حیّان کی تعلیم و تربیت کہاں ہوئی؟

۳۔ جابر بن حیّان کا کیا نام تھا اور وہ کیا کام کرتے تھے؟

۴۔ جابر بن حیّان نے کون سی چیزیں ایجاد کیں؟

۵۔ جابر کو بغداد آنے کی دعوت کس نے دی؟

۶۔ خلیفہ ہارون رشید نے جابر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

۷۔ لیبارٹری کسے کہتے ہیں؟

۸۔ نائیٹرک ایسڈ کو کس دھات کے برتن میں رکھا جا سکتا ہے؟

۹۔ جابر بن حیّان کو علم کیمیا کا بابا آدم کیوں کہتے ہیں؟

۳......ذیل کے محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

۱۔ فکر لاحق ہونا:......................... ۲۔ بوجھ پڑنا:.............................

۳۔ کوٹ کوٹ کر بھرنا:..................... ۴۔ دُھن سوار ہونا:.........................

۵۔ بابا آدم:...

۴...... سوچیے اور ذیل کے جملوں کو پورا کیجیے :

مثال: ایجاد کرنے والے کو موجد کہتے ہیں

۱۔ کیمیا بنانے والے کو.......................................

۲۔ عطر بیچنے والے کو.......................................

۳۔ صبر کرنے والے کو.......................................

۴۔ رنگنے والے کو.......................................

۵۔ شیشہ بنانے والے کو.......................................

۶۔ لوہے کے اوزار بنانے والے کو.......................................

۷۔ پڑھانے والے کو.......................................

۸۔ علم حاصل کرنے والے کو ....

خاکِ وطن

محبت ہے خاکِ وطن سے ہمیں
محبت ہے اپنے چمن سے ہمیں
ہمیں اپنی صبحوں سے شاموں سے پیار
ہمیں اپنے شہروں کے ناموں سے پیار
ہمیں پیار اپنے ہر اک گاؤں سے
گھنے برگدوں کی گھنی چھاؤں سے
ہمیں پیار اپنی عِمارات سے
ہمیں پیار اپنی روایات سے
سلامت رہیں اپنے دشت و دمن
رہے گنگناتا ہمارا گگن
نگاہیں ہمالہ کی اُونچی رہیں
سدا چاند تاروں کو چھوتی رہیں
چمکتا دمکتا رہے شیشؔ ناگ
رہے وادیوں میں چناروں کی آگ
لٹاتی رہیں اپنے نینوں کا مدھ
یہ صُبحِ بنارس، یہ شامِ اَودھ

رہیں سُرخرو سیکری کے محل — یہ نینی کی جھیلوں میں کھلتے کنول
نہاتا رہے نرم کرنوں میں تاج — رہے تا قیامت محبت کی لاج
اجنتا کے بُت رقص کرتے رہیں — حسیں غار تاروں سے بھرتے رہیں
رہیں مُسکراتی حسیں وادیاں — رہیں شاد جنگل کی شہزادیاں
ہری کھیتیاں لہلاتی رہیں — جواں لڑکیاں گیت گاتی رہیں
لہکتا رہے سبز میدان میں دھان — زمینوں پہ جُھکتے رہیں آسمان
مہکتے رہیں سبز آموں کے بور — بڑھاتی رہے پینگ جھولے کی ڈور
رہے یہ دیوالی کی جگ مگ بہار — مُنڈیروں پہ جلتے دِیوں کی قطار
فضا روشنی میں نہاتی رہے — ہماری زمیں جگمگاتی رہے
رہے آسماں پر دمکتا ہلال — رہے عید کا مُسکراتا جمال
گلے سے گلے لوگ ملتے رہیں — دلوں کے جواں پھول کھلتے رہیں
رہے دھوم ٹیگور و اقبال کی — رہے شان پنجاب و بنگال کی
رہے نام اپنے اَدب کا بُلند — دلوں میں سمایا رہے پریم چند

سدا زندگانی غزل خواں رہے
زمانے میں غالب کا دیواں رہے

جاں نثار اختر ("امن نامہ" سے)

ا......فرہنگ:

لفظ		معنی
دشت ودمن	:	جنگل بیاباں
سُرخرو	:	کامیاب
لہکنا	:	چہکنا۔نغمہ سرا ہونا
پینگ	:	جھولے کا لمبا جھونک۔جھولے کی رسی
دمکنا	:	چمکنا۔جھلکنا۔

۲......سوالات:

۱۔ امن کو شاعر کیوں ضروری قرار دیتا ہے؟

۲۔ وطن کی کن چیزوں سے شاعر محبت کا اظہار کرتا ہے؟

۳۔ شاعر کو کون کون سے تہوار پسند ہیں جن کے سدا منائے جانے کی وہ دُعا مانگتا ہے؟

۴۔ سیکری کے محل، تاج اور اجنتا کی کیا اہمیت ہے؟

۵۔ فطرت کے کن مناظر سے شاعر متاثر ہے؟

۳......غور کیجیے:

۱۔ اس نظم کے اشعار کی ترتیب دیکھیے۔ ہر شعر کا اپنا قافیہ ہے۔ ایسی نظم کو مثنوی کہتے ہیں۔ اس نظم کے اشعار کی ترتیب کا مقابلہ اپنی کتاب کی دوسری نظموں کے اشعار سے کیجیے۔

۲۔ شاعر نے قدرت کی اور انسانی ہاتھوں کی بنائی ہوئی مختلف چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ اُن کی الگ الگ فہرستیں بنائیے۔

۴............ہم وزن الفاظ کی فہرست بنائیے:

اِس نظم کے ہر شعر میں کئی کئی الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں، جو ہم وزن ہیں، جیسے: شاموں سے پیار، ناموں سے پیار (دوسرا شعر) گاؤں سے، چھاؤں سے (تیسرا شعر) اپنی عمارات سے، اپنی روایات سے (چوتھا شعر) وغیرہ۔
آپ نظم کے دیگر اشعار میں تمام ہم وزن الفاظ کو ایک ترتیب سے لکھ کر اُستاد کو دکھائیے۔

۵......یاد کیجیے:

اِس نظم کو زبانی یاد کیجیے

سگریٹ نوشی کی تباہ کاریاں

سگریٹ نوشی ایک بُری عادت ہے۔ یہ کسی بھی طرح صحت کے لیے فائدہ مند نہیں ہے بلکہ یہ کئی مضر اثرات کی حامل ہے۔ ان ہی مضر اثرات کے پیشِ نظر اس کو بین الاقوامی سطح پر Injurious to health قرار دیا گیا ہے اور سگریٹ کے ہر پیکٹ پر یہ جملہ درج ہوتا ہے۔ کُچھ سال پہلے اِس جملے میں تبدیلی لائی گئی۔ اب ہر سگریٹ پیکٹ پر یہ عبارت درج ہوتی ہے: ”سگریٹ سے کینسر ہوتا ہے“۔ سرکار نے عوامی جگہوں پر سگریٹ کے استعمال پر پابندی لگائی ہے کیونکہ اس سے نہ صرف نوش کرنے والے کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے بلکہ اس کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں کو بھی اس سے کافی نقصان پہنچتا ہے۔ سگریٹ نوشی کا شمار فضول خرچی میں ہوتا ہے کیونکہ جس چیز کے

کھانے پینے اور استعمال کرنے سے، انسان کو کوئی بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا ہے، وہ فضول خرچی میں آتی ہے۔ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہوتا ہے۔ سگریٹ نوشی ایک نشہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام مذاہب نے نشہ آور اشیاء کے استعمال سے منع کیا ہے۔ سگریٹ نوشی بھی تمام عالمی مذاہب کی نظروں میں ایک بُری چیز ہے۔ اس نشے کے مضر اثرات کی اگر گنتی کی جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہوگی۔ سگریٹ نوشی صحت کو بیکار کر دیتی ہے اور بے شمار قسم کی بیماریوں کو جنم دیتی ہے۔ کچھ اطباء نے اِسے سانپ سے تشبیہہ دی ہے، جو آدمی کے جسم سے لپٹا ہوا ہے۔ یہ ذہن کو بوجھل بنا کر انسان کی حرکات و سکنات پر بھی بُرا اثر ڈالتی ہے۔ اسی لیے بعض علماء نے حقہ کو مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے حرام بھی۔

سائنسی تحقیقات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ سگریٹ پینے والوں کی اکثر تعداد دل کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ سگریٹ نہ پینے والوں کے مقابلے میں سگریٹ پینے والے دس گنا اس طرح کی بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ کئی لوگوں کو گلے اور پھیپھڑوں کا کینسر بھی ہو جاتا ہے۔ تمباکو کے اندر جو کیمیاوی اجزاء پائے جاتے ہیں، ان میں نکوٹین ایک خاص جُز ہے۔ نکوٹین کے بارے میں تحقیق کرنے والوں کی یہ رائے ہے کہ اس میں زہریلے اثرات پائے جاتے ہیں جو کینسر جیسی مہلک بیماری کو جنم دے سکتے ہیں۔ ماہرین ماحولیات کے مطابق سگریٹ نوشی بھی ماحولیات کی آلودگی کے لیے ذمہ دار ہے کیونکہ اس کا دھواں ہوا میں پھیلنے کے بعد پورے ماحول کو متاثر کر دیتا ہے۔ سگریٹ نہ پینے والا بھی اس دھوئیں کا کسی نہ کسی طرح شکار ہوتا ہے، اسی لیے اب یہ نعرہ

عام ہوگیا ہے۔ ''تمہاری تمبا کونوشی میری صحت کے لیے مضر ہے''۔

سگریٹ نوشی سے آگ کی وارداتیں بھی رونما ہوتی رہتی ہیں۔ کئی لوگ رات کو سونے سے قبل بستر میں دُبک جانے کے بعد سگریٹ نوشی کے عادی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اسی عالم میں سو جاتے ہیں اور سلگتا سگریٹ بڑی آسانی کے ساتھ بستر کو جلا دیتا ہے، جس کے نتیجے میں نہ صرف اس کا بستر جل جاتا ہے بلکہ وہ خود بھی جھلس کر موت کے منہ میں چلا جاتا ہے اور بعض اوقات اس معمولی غلطی سے بستیوں کی بستیاں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں۔

سگریٹ نوشی کو اچھے سماج کی نظروں میں بھی بڑی حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ اس بُری عادت میں مبتلا لوگوں کو کبھی کبھار سماجی مسائل کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس فضول کی لت میں مبتلا لوگ نشہ کے وقت اس کے دستیاب نہ ہونے پر دوسروں سے مانگنے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں یا بعض اوقات وہ چوری جیسے جرم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں سگریٹ بیچنے یا نوش کرنے پر سخت ممانعت ہے، تا کہ نئی نسل اس بُری عادت میں پڑ کر اپنے مستقبل کو برباد نہ کرے۔

سگریٹ نوشی سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں، اُن میں سے چند یہ ہیں: (۱) پھیپھڑے کا کینسر، (۲) گلے کا کینسر، (۳) اندرونی سوزش، (۴) دِل کے پھپھولے اور ناگہانی موت، (۵) گردشِ خون کا بگاڑ، (۶) معدے کا زخم، (۷) گردہ کا کینسر، (۸) مُردہ پیدا ہونے والے بچوں میں اضافہ وغیرہ۔ ہم سب کو چاہیے کہ سگریٹ نوشی کے خلاف اپنے گھر، اپنے اسکول اور اپنے گرد و پیش بیداری کی مہم چلائیں اور سگریٹ نوش

لوگوں کو یہ بُری عادت چھڑوانے پر مجبور کریں۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
مُضر	:	ضرر پہنچانے والا۔ نقصان رساں
فضول	:	لاحاصل۔ بیکار
بُری	:	خراب
منع	:	روکنا۔ نادرست۔ نامناسب۔ ناجائز
طویل	:	لمبا۔ دراز
گنتی	:	حساب۔ تعداد۔ اندازہ
فہرست	:	چیزوں کی تفصیل
بدن	:	تن۔ جسم
بوجھل	:	بھاری وزن۔ گراں بار
حرکات	:	حرکتیں۔ حرکت کی جمع
سکنات	:	وقفے۔ ٹھہرنا۔ سکنہ کی جمع
تحقیقات	:	جانچ پڑتال۔ تحقیق کی جمع
کینسر	:	سرطان کی بیماری

آلودگی	:	ناپاکی۔آلائش
نعرہ	:	للکار۔بلند آواز۔شور
جھلس	:	شعلہ۔آگ۔جلا ہوا
راکھ	:	خاکستر۔بھسم
کبھی کبھار	:	کبھی کبھی۔گاہے گاہے
دستیاب	:	میسّر۔موجود
جرم	:	قصور۔خطا۔پاپ
ممانعت	:	روک۔بندش۔منع کرنا
اجزاء	:	حصے۔ٹکڑے۔جُزکی جمع
تحقیق	:	معلوم کرنا۔دریافت کرنا۔دریافت
مہلک بیماری	:	ہلاک کردینے والا،مرض۔خطرناک بیماری

۲......سوالات:

۱۔ سگریٹ نوشی کے خلاف سگریٹ پیکٹ پرکون سا جملہ نیا لکھا ہوتا ہے؟
۲۔ سگریٹ نوشی کا شمار کس میں ہوتا ہے؟
۳۔ فضول خرچی کرنے والا کس کا بھائی ہوتا ہے؟
۴۔ سگریٹ میں موجود نکوٹین کس مہلک بیماری کو جنم دیتا ہے؟

۵۔ تمباکو نوشی کے خلاف کون سا نعرہ عام ہو گیا ہے؟

۳......خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

۱۔ سگریٹ نوشی ایک...................... ہے۔

۲۔ سگریٹ پینے والوں کی اکثر تعداد.................. میں مُبتلا ہو جاتی ہے۔

۳۔ کئی لوگوں کو گلے اور پھیپھڑوں کا................. ہو جاتا ہے۔

۴۔ تمہاری تمباکو نوشی..................... کے لیے مُضر ہے۔

۵۔ تمباکو کے اندر جو کیمیاوی اجزاء پائے جاتے ہیں ان میں .... ایک خاص جُز ہے۔

۴......تمباکو نوشی اور سگریٹ نوشی کے مضر اثرات پر پانچ پانچ جملے لکھیے۔

آزمائش شرط ہے

ایک بوڑھے آدمی نے مرتے وقت اپنے اکلوتے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا آزمائے بغیر کسی کو اپنا دوست نہ بنانا اور کسی نہ کسی مرحلے پر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی کسی آزمائش کے وقت ضرور پرکھنے کی کوشش کرنا، تاکہ آئندہ کے لیے تمھیں تجربہ حاصل ہو.......... کچھ دنوں بعد بوڑھا مر گیا اور بیٹے نے باپ کی باتوں کو آزمانے کے لیے اپنی بیوی اور اپنے قریبی دوست کی آزمائش کا تہیہ کرلیا۔ اُس کا دوست بہت ہی چالاک تھا اور مقامی حاکموں کے لیے مُخبری (جاسوسی) کا کام کرتا تھا.......... وہ اس نوجوان کے گھر بھی آیا جایا کرتا تھا اور اس کی بیوی کو بھابی کہہ کر پکارتا تھا.......... ایک روز نوجوان کسی کام سے شہر چلا گیا اور واپسی پر قصائی کی دکان سے ''سری پائے'' خرید کر لایا.......... اُس نے سوچا کہ اپنے مرحوم باپ کی نصیحتوں کو پرکھنے کے لیے یہ ایک اچھا طریقہ ہے.......... چنانچہ ایک تھیلے میں ''سری پائے'' لے کر جب وہ گاؤں واپس پہنچا تو خاصی رات ڈھل چکی تھی.......... اُس نے اندھیرے میں گھبرائی ہوئی آواز میں اپنی بیوی سے کہا کہ وہ گھر میں روشنی نہ کرے اور ایک کدال لے کر چپ چاپ آنگن میں ایک گڑھا کھودنے لگا.......... بیوی کی حیرت کو خوف و دہشت میں تبدیل

کرتے ہوئے اُس نے کہا کہ میں نے اپنے ایک پُرانے دشمن کو قتل کر دیا ہے اور اس کی کھوپڑی کو انتقاماً اپنے آنگن میں دفن کرنا چاہتا ہوں............ بیوی چپ چاپ گڑھا کھودتی رہی اور نوجوان نے اپنے ہاتھوں سے تھیلے میں رکھی ہوئی دُشمن کی کھوپڑی کو دفن کر دیا............اس کام سے فارغ ہوکر نوجوان تو گہری نیند سو گیا لیکن اُس کی بیوی کو خوف کے مارے ساری رات نیند نہ آسکی............صبح کو نوجوان کہیں کام کرنے کے لیے چلا گیا، تو اُس کا دوست جو سرکاری جاسوس تھا، اُن کے گھر میں داخل ہوا اور نوجوان کے بارے میں دریافت کرنے لگا............اُس نے دیکھا کہ نوجوان کی بیوی کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہیں اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ میاں بیوی میں کچھ ناچاقی ہو گئی ہو گی لیکن یہ بات اُسے خلاف معمول محسوس ہوئی اور اُس نے پوچھ ہی لیا کہ بھابی سچ سچ بتائیں کہ کیا بات ہے؟

یہ سننا تھا کہ نوجوان کی بیوی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اُس سے التجائیں کرنے لگی کہ بھیّا تم ہی اپنے دوست کو بچا سکتے ہو۔ اُس نے کہیں جا کر اپنے کسی پُرانے دشمن کو قتل کر دیا ہے اور اُس کا سر کاٹ کر لایا ہے، جو رات کے اندھیرے میں ہم دونوں نے گڑھا کھود کر آنگن میں چھپا دیا ہے............ سرکاری مخبر نے خاتون کو دلاسا دیا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں اور اُلٹے پاؤں اپنے دوست کی تلاش میں جا نکلا۔ اتفاق سے کچھ دن پہلے شہر میں قتل کی ایک ایسی واردات ہوئی تھی، جہاں کوئی قاتل مقتول کا سر کاٹ کر لے گیا تھا۔ مقتول کے وارث کھاتے پیتے لوگ تھے، انہوں نے قاتل کا سراغ لگانے والے کو نقد انعام دینے کی منادی کرا دی اور پولیس بھی قاتل کو تلاش کرنے میں

سرگرم تھی.................ادھر سرکاری مُخبر کو جب اس بات کا علم ہوا تو اُسے یقین ہو چلا کہ ہو نہ ہو یہ کام اُس کے دوست نے کیا ہے۔ دوستی کا رشتہ کیا ہوتا ہے؟ یہ بات اُس نے کبھی سوچی نہ تھی، چنانچہ اُس نے اپنے فرائض منصبی اور انعام کے لالچ میں پولیس کو خبر کر دی اور پولیس کے عملے کو لے کر اپنے دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اُس نے اپنے دوست کو گھر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تو اُس نے پولیس کے عملے کو ''قاتل'' کی نشاندہی کراتے ہوئے یہ درخواست کی کہ وہ اسے اپنے دوست کا سامنا کرنے کی اذیت سے بچائے رکھے۔ یہ کہہ کر وہ ایک طرف کو چھپ گیا اور پولیس نے نوجوان کو گرفتار کر کے تھانے پہنچا دیا............تھانیدار ''اشتہاری مُلزم'' کو دیکھ کر خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا اور اُس نے فوری طور پر تفتیشی عملے کو ملزم سے اقبال جُرم کروا کر مقتول کا سر اور آلات قتل وغیرہ برآمد کرنے کا حکم دیا............یہ سُن کر نوجوان نے جو کسی طرح بھی قاتل دکھائی نہیں دیتا تھا، تھانیدار سے کہا کہ حضور آپ میرے ساتھ میرے گھر تشریف لے چلئے میں، ''آلہ قتل اور سری پائے'' دونوں کی نشاندہی کروں گا............تھانیدار نوجوان کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے گرجا: ''مذاق کرتے ہو''؟ نوجوان نے دل برداشتہ لہجے میں جواب دیا کہ جناب میں مذاق نہیں کر رہا ہوں، آپ مجھے میرے گھر تو لے چلئے۔ تھانیدار نوجوان کو ساتھ لے کر اُس کے گھر پہنچا تو نوجوان کی نشاندہی پر گڑھے میں سے وہ تھیلا برآمد کیا گیا جس میں ''سری پائے'' رکھے ہوئے تھے۔ نوجوان نے تھانیدار سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور مقتول کا سر، تو آپ نے ملاحظہ فرمالیا، اب ''آلاتِ قتل'' باقی ہیں۔ ان میں سے ایک آلہ تو میری

بیوی ہے، جسے آزمانے کے لیے میں نے یہ ڈھونگ رچایا اور دوسرا آلہ آپ کا وہ مخبر ہے جسے آزمائے بغیر میں نے دوست بنایا تھا۔ اب تھانیدار سمجھ گیا کہ یہ سارا قصہ محض آزمائش کا تھا۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
اکلوتے	:	اکیلے
آزمائش	:	پرکھنا۔آزمانا
تہیہ	:	اِرادہ
سری پائے	:	سر اور پاؤں
رات ڈھلنا	:	رات کا گُزرنا
ناچاقی	:	ناراضگی
واردات	:	حادثہ، واقعہ
منادی	:	پکارنے والا۔اعلان کرنے والا
اذیّت	:	تکلیف۔ضرر
اشتہاری ملزم	:	وہ مُلزم جس کے پکڑنے کے لیے اشتہار دیا گیا ہو
پھولے نہ سمانا	:	بہت خوش ہونا
تفتیشی عملہ	:	جانچ کرنے والا عملہ۔ چھان بین کرنے والا عملہ

اقبالِ جُرم	:	جرم تسلیم کرنا
آلات	:	آلہ کی جمع
دِل برداشتہ	:	غمگین۔آزردہ
ڈھونگ رچانا	:	فریب کا جال پھیلانا

۲......سوالات

ا۔ بوڑھے نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو کیا نصیحت کی تھی؟

۲۔ سرکاری مُخبر کو قتل کی واردات کا پتہ کیسے چلا؟

۳۔ مُخبر نے پولیس کو کیوں اطلاع دی؟

۴۔ نوجوان نے قتل کا ڈھونگ کیوں رچایا تھا؟

۵۔ اس کہانی سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۳......درج ذیل محاورات کو جملوں میں استعمال کریں

پھولے نہ سمانا	ڈھونگ رچانا	باغ باغ ہونا
الٹے پاؤں لوٹنا	ہکّا بکّا رہنا	دل برداشتہ ہونا
دِل بھر جانا	اپنا اُلو سیدھا کرنا	

۳......خلاصہ لکھیے:

اِس کہانی کا خلاصہ اپنے لفظوں میں تحریر کیجیے

ایک لڑکی

جہاں چڑیاں گھنیری جھاڑیوں میں چہچہاتی ہوں
جہاں شاخوں پہ کلیاں نت نئی خوشبو لُٹاتی ہوں
اور اُن پر کوئلیں کوُ کوُ کے میٹھے گیت گاتی ہوں
وہاں میں ہوں، مری ہم جولیاں ہوں اور جھولا ہو

جہاں برسات کے موسم میں سبزہ لہلہاتا ہو
ہوا کی چھیڑ سے ایک ایک پتّہ تھرتھراتا ہو
جہاں چشموں کا پانی نرم لے میں گُنگُناتا ہو

وہاں میں ہوں، میری ہم جولیاں ہوں اور جھولا ہو

جہاں نہروں میں بہتا پانی موتی سا جھلکتا ہو
جہاں چاروں طرف گلزار میں سبزہ لہکتا ہو
جہاں پھولوں کی خوشبوؤں سے بن کا بن مہکتا ہو

وہاں میں ہوں، مری ہم جولیاں ہوں اور جھولا ہو

اختر شیرانی

۱......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
ہم جولی	:	سہیلی
گلزار	:	چمن
لے	:	ترنّم۔سُر
بن کا بن	:	جنگل کا جنگل یعنی پورا جنگل

۲......سوالات:

۱۔ چڑیاں کیسی جھاڑیوں میں چہچہاتی ہیں؟

۲۔ دوسرا بند پڑھ کر بتایئے کہ لڑکی اپنی ہم جولیوں کے ساتھ کیسی جگہ پر رہنا چاہتی ہے؟

۳۔ کوئل کیسے گیت گاتی ہے؟

۴۔ اس نظم میں لڑکی نے کیا خواہش ظاہر کی ہے؟

۳............ دیے گئے لفظوں سے خالی جگہوں کو بھریے۔

ہم جولیاں۔ چڑیاں۔ خوشبو۔ کوئلیں

۱۔ جہاں...................... گھنیری جھاڑیوں میں چہچہاتی ہوں۔

۲۔ جہاں شاخوں پہ کلیاں نت نئی.........................لٹاتی ہوں۔
۳۔ اور اُن پر.........................کوُ کوُ کے میٹھے گیت گاتی ہوں۔
۴۔ وہاں میں ہوں مری.........................ہوں اور جھولا ہو۔

۴..........جوڑ ملائیے:

الف	ب
۱۔ چڑیاں	۱۔ سبزہ
۲۔ کوئل	۲۔ چہچہانا
۳۔ پھول	۳۔ کوُ کوُ
۴۔ چشمہ	۴۔ پانی
۵۔ برسات	۵۔ خوشبو

۵..........لکھے ہوئے بند کو نثر میں لکھیے:

جہاں نہروں میں بہتا پانی موتی سا جھلکتا ہو
جہاں چاروں طرف گلزار میں سبزہ لہکتا ہو
جہاں پھولوں کی خوشبوؤں سے بن کا بن مہکتا ہو
وہاں میں ہوں، مری ہم جولیاں ہوں اور جھولا ہو

۶ .... لکھے ہوئے جمع الفاظ کی واحد لکھیے:

جھاڑیاں۔ شاخیں۔ کلیاں۔ ہم جولیاں۔ چشمے۔ نہریں

نظم میں ایک لفظ ''چہچہانا'' آیا ہے، اس سے چہچہاہٹ بنتا ہے۔ نیچے لکھے لفظوں میں ''ہٹ'' لگا کر لفظ پورا کیجیے۔

تھرتھرانا۔ گنگنانا۔ مسکرانا۔ گڑگڑانا

۷ .... اس نظم کو زبانی یاد کیجیے:

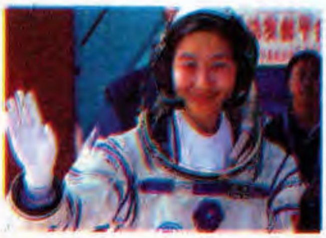

چند خلاباز خواتین

چاند پر قدم رکھنے کے بعد انسان نے خلاؤں میں بھی پرواز شروع کر دی ہے۔ یہ انسانی ترقی کا ایک بہت بڑا قدم ہے۔ ہم کائنات کے ایک چھوٹے سے سیّارے یعنی زمین پر رہتے ہیں۔ ہماری زمین کی سطح فضا سے زیادہ بلند نہیں ہے۔ ساٹھ کلومیٹر تک تو خاصی ہوا ہے لیکن تقریباً تین سو کلومیٹر کے بعد اس کی حدود ختم ہو جاتی ہیں۔ اس سے آگے ایک بے کنار اور سنسان کائنات ہے جہاں آواز، ہوا، پانی، روشنی کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی خلا ہے۔

خلائی پرواز کی ابتداء روس نے کی تھی۔ اُس نے ۴/اکتوبر ۱۹۵۷ء کو اپنا خلائی جہاز اسپوتنک اوّل خلا میں بھیجا تھا۔ اس کامیابی کے بعد اسے انسانوں کو خلا میں بھیجنے کا خیال

آیا۔ چنانچہ روس نے ہی اپنے دوسرے خلائی جہاز اسپوتنک دوم کے ذریعے لائیکا نام کی ایک کُتیا کو خلا میں بھیجا۔ اس کے بعد امریکہ نے باری باری سے دو کُتّے اور دو بندر بھیجے۔ یہ دراصل انسان کو خلا میں بھیجنے کی تیاری تھی۔ سب سے پہلے جو انسان خلائی سفر پر گیا، وہ روسی خلا باز یوری گگارین تھا۔ اس نے ۱۲/اپریل ۱۹۶۱ء کو زمین کے گرد ایک پورا چکّر لگایا تھا۔ یوری گگارین کے کامیاب خلائی سفر سے سائنس دانوں کا حوصلہ بلند ہوا۔

خلا بازی کی مہم میں عورتیں بھی مردوں سے کسی طرح پیچھے نہیں رہیں۔ یوری گگارین کے بعد روس کی ہی ایک خاتون ویلینٹنا ترشیکوا نے خلا میں جانے کا اعزاز حاصل کیا۔ وہ دوسرے روسی خلابازوں کے ساتھ جون ۱۹۶۳ء میں خلا میں گئی تھیں۔ پانچ دنوں تک وہاں رہنے اور زمین کے اٹھارہ چکر لگانے کے بعد واپس آئیں۔

روس کے بعد امریکہ نے بھی اس سلسلے میں پہل کی۔ امریکہ کی تین خواتین کامیابی کے ساتھ خلا کا سفر کر چکی ہیں۔ اس میں پہلی سیلی رائڈ ہیں جو دو بار خلا میں جا چکی ہیں۔ سب سے پہلے وہ ۱۸/جون ۱۹۸۳ء کو امریکہ کے ''چیلنجر'' نامی شٹل کے ذریعے خلا میں گئی تھیں۔ دوسری بار سیلی رائڈ اکتوبر ۱۹۸۴ء میں ایک اور خاتون کیتھی سلیوان اور پانچ دوسرے خلابازوں کے ساتھ خلا میں بھیجی گئیں۔ خلا میں جانے والی تیسری امریکی خاتون جوڈتھ ریجنک ہیں۔

ہندوستان بھی خلائی سفر کی مہم میں ترقی یافتہ ممالک سے تعاون حاصل کر رہا ہے۔ پہلی بار ۲۱/نومبر ۱۹۶۳ء کو ایک راکٹ تری وندرم کے نزدیک تھمبا کے مقام سے خلا میں

داغا گیا تھا۔ پہلا خلائی راکٹ ۱۸ر جولائی ۱۹۸۰ء کو سری ہری کوٹا سے چھوڑا گیا۔ حیدرآباد کے راکیش شرما پہلے ہندوستانی خلاباز ہیں۔اسی طرح ریاست ہریانہ کے شہر کرنال کی کلپنا چاؤلا کو پہلی ہندوستانی خلاباز خاتون ہونے کا فخر حاصل ہے۔

کلپنا کی پیدائش ہریانہ کے ضلع کرنال میں یکم جولائی ۱۹۶۱ء کو ایک متوسط خاندان میں ہوئی۔ان کے والد بنواری لال چاؤلا ایک چھوٹے بیوپاری ہیں اور ماں ایک گھریلو خاتون۔کلپنا ان کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی۔عام سی دکھائی دینے والی، سانولی اور دبلی پتلی کلپنا دُھن کی پکّی اور ارادے کی مضبوط تھی۔ان خوابوں کو پورا کرنا ہی اس نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا۔

کلپنا نے کرنال کے ٹیگور بال نکیتن پبلک اسکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۸۲ء میں پنجاب انجینئرنگ کالج، چندی گڑھ سے ایروناٹیکل انجینئرنگ میں گریجویشن کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے وہ امریکہ چلی گئیں۔ وہاں انہوں نے ۱۹۸۴ء میں ٹیکساس یونیورسٹی سے ایرواسپیس انجینئرنگ میں پوسٹ گریجویشن کی۔ اسی مضمون میں ۱۹۸۸ء میں انہوں نے کولاریڈو یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔۱۹۸۴ء میں اپنے ہوائی ٹریز جیا پیرے ہیریسن سے شادی کر کے انہوں نے امریکہ کی شہریت حاصل کرلی۔

اس کے بعد کلپنا کے دل میں خلائی پرواز کا خیال آیا۔ چنانچہ ۱۹۸۸ء میں وہ امریکہ کے نیشنل ایروناٹکس اینڈ اسپیس ایڈمنسٹریشن (NASA) کے تحقیقاتی مرکز سے وابستہ ہوگئیں۔ بعد میں انہیں کیلی فورنیا کی ایک کمپنی میں بحیثیت نائب صدر اور تحقیقاتی

سائنس داں کے طور پر کام کرنے کے لیے چنا گیا۔ وہاں انہوں نے اہم موضوعات پر تحقیقی کام کیا۔ کلپنا کی تحقیق سے متاثر ہو کر 'ناسا' نے ۱۹۹۴ء میں انہیں خلائی سفر کی تربیت کے لیے منتخب کیا۔

۱۹۹۷ء میں کلپنا کو پہلی بار امریکی خلائی ایجنسی 'ناسا' کے اسپیس شٹل کے ذریعے خلا میں جانے کا موقع ملا۔ زمین سے پینسٹھ لاکھ میل کی بلندی پر خلا میں ۳۷۶ گھنٹے اور چونتیس منٹ گزارنے کے بعد وہ ۵؍ دسمبر ۱۹۹۷ء کو واپس لوٹیں۔ اس وقت کے وزیرِاعظم مسٹر اندر کمار گجرال نے فون پر ان سے بات کرتے ہوئے جب اقبالؔ کے اس مصرعے کی یاد دلائی کہ "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" تو کلپنا نے جواب دیا کہ "ہاں میں نے یہ سنا تھا لیکن آج اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ رہی ہوں"۔

کلپنا چاؤلا دوسری بار ۱۶؍ جنوری ۲۰۰۳ء کو امریکی خلائی شٹل 'کولمبیا' کے ذریعے چھ دیگر خلابازوں کے ساتھ خلا میں گئیں۔ ان کے ساتھ ایک امریکی خاتون لاریل بھی تھیں۔ خلا میں سولہ دن رُکنے اور اسّی سے زائد تجربات کرنے کے بعد ان کی واپسی ہوئی تھی لیکن پہلی فروری ۲۰۰۳ء کو زمین پر اُترنے سے محض سولہ منٹ پہلے ان کا شٹل کولمبیا ۶۰۰ ۳ کلومیٹر کی بلندی پر آسمان میں کسی حادثے کا شکار ہو گیا۔ اس میں موجود ساتوں خلابازوں کی موت ہو گئی۔ کلپنا نے اپنے اُس قول کو سچ کر دکھایا کہ "میں خلائی مِشن کے لیے بنی ہوں اور اسی کے لیے مروں گی"۔ ان کی عظیم قربانی ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

۱۔۔۔۔فرہنگ:

لفظ	:	معنی
پرواز	:	اُڑان
ذرائع	:	ذریعہ کی جمع۔وسیلہ
کائنات	:	دنیا
سیّارہ	:	گردش کرنے والا ستارہ
حدود	:	حد کی جمع
آلات	:	آلہ کی جمع۔اوزار
خلاباز	:	خلا میں سفر کرنے والا
مہم	:	بھاری کام۔دشوار کام
ترقی یافتہ	:	ترقی پایا ہوا
تعاون	:	مدد
متوسّط	:	اوسط درجے کا۔درمیانی

۲۔۔۔۔سوالات

۱۔ خلا کسے کہتے ہیں؟

۲۔ خلائی پرواز کی ابتداء کب اور کس ملک نے کی؟

۳۔ سب سے پہلے خلا میں کسے بھیجا گیا تھا؟

۴۔ خلا میں جانے والی پہلی خاتون کس ملک کی تھیں اور ان کا نام کیا ہے؟

۵۔ خلا میں جانے والی امریکی خواتین کون کون سی ہیں؟

۶۔ ہندوستانی خلاباز خاتون کا کیا نام ہے؟

۷۔ کلپنا نے اپنے کس قول کو سچ کر دکھایا؟

۳......خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

۱۔ یہ دراصل..................کو خلا میں بھیجنے کی..................تھی۔

۲۔ خلابازی کی..................میں عورتیں بھی..................نہیں رہیں۔

۳۔ امریکہ کی..................خواتین کامیابی کے ساتھ..........کا سفر کر چکی ہیں۔

۴۔ ....پہلی ہندوستانی خلاباز ہیں۔

۵۔ ان خوابوں کو پورا کرنا ہی..................نے اپنی زندگی کا............بنالیا تھا۔

۶۔ ان کی اس..................قربانی کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

۴......نیچے لکھے ہوئے محاورات اور الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے۔

پہل کرنا۔ خواب دیکھنا۔ ٹھان لینا۔ خلا۔ پرواز۔ آلات

۵...... کالم 'الف' اور 'ب' کے تحت دیے گئے لفظوں کو جوڑیے۔

الف	ب
سپوتنک	روس
ویلنٹناترشیکوا	کلپنا چاوَلا
امریکہ	۴/اکتوبر ۱۹۵۷ء
ہندوستان	۱۲/اپریل ۱۹۶۱ء
اسپوتنک اوّل	سیلی رائڈ
یوری گگارین	لائیکا

۶...... پڑھیے، سمجھیے اور لکھیے۔

سبق میں مرکب لفظ 'سائنس داں' استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ہے سائنس جاننے والا۔ اسی طرح 'داں' لگا کر مزید پانچ مرکب الفاظ لکھیے۔

۷...... عملی کام

خلا سے متعلق اہم معلومات اپنی کاپی میں لکھیے۔

کلپنا چاوَلا کے بارے میں پانچ جملے لکھیے۔

۸......غور کرنے کی باتیں

تعلیم کے میدان میں ہندوستانی عورتیں بھی مردوں کے ساتھ شانہ بہ شانہ بڑے بڑے کام کرتی رہی ہیں۔ کلپنا چاؤلا اس کی ایک روشن مثال ہیں۔ انہوں نے اپنی محنت اور لگن سے ثابت کردیا کہ مشکل سے مشکل کام میں بھی عورتیں مردوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کی خلاباز خاتون کی حیثیت سے غیر معمولی شہرت حاصل کی اور ملک کا نام ساری دنیا میں روشن کیا۔ خلائی سفر کے دوران اپنی جان دے کر کلپنا چاؤلا امر ہو چکی ہیں۔

گوتم بُدھ

(۵۶۳-۴۸۳ قبل مسیح)

گوتم بدھ کا اصل نام سدھارتھ تھا۔ وہ بدھ مت کے بانی ہیں جو دنیا کے مذاہب میں سے ایک ہے۔ سدھارتھ کپل وستو کے راجہ کا بیٹا تھا، جو نیپال کی سرحدوں کے نزدیک شمالی ہندوستان کا ایک شہر ہے۔ سدھارتھ (جس کی ذات ''گوتم'' اور قبیلہ ''شاکیہ'' تھا) نیپال کی موجودہ سرحدوں کے بیچ لمبائی کے مقام پر ۵۶۳ قبل مسیح میں پیدا ہوا۔ ۱۹ ربرس کی عمر میں اُن کی شادی اپنی ہم عمر ماموں زاد بہن سے ہوئی۔ شاہی محل میں پُرتعیش ماحول میں اُن کی پرورش ہوئی، تاہم وہ خود اس ماحول کا خوگر نہیں ہوئے۔ وہ بے کل رہتے تھے۔ اُنہوں نے مشاہدہ کیا کہ بیشتر انسان غریب ہیں اور اس محرومی کے سبب مسلسل ابتلاؤں میں گھرے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اہلِ ثروت بھی اکثر مایوس اور ناخوش رہتے ہیں۔ نیز ہر شخص بیماری کا شکار ہوتا اور آخر کار مر جاتا ہے۔ سدھارتھ نے غور کیا کہ کیا کوئی ایسی کیفیت بھی ہے، جو اِن عارضی مسرتوں سے (جو بالآخر موت اور

بیماری سے پامال ہوجاتی ہیں) معّرا ہواور دائمی مسرت کی حامل ہو۔

انتیس برس کی عمر میں گوتم نے اپنی ازدواجی زندگی سے کنارہ کشی کا فیصلہ کیا اور خود کو سچ کی تلاش کے لیے وقف کر دیا۔ وہ محل سے روانہ ہو گئے، انہوں نے اپنی بیوی، اپنے نومولود بچّے اور تمام دنیاوی آسائشات کو ترک کر دیا۔ وہ ایک مفلس یوگی بن گئے۔ کچھ عرصہ انہوں نے اُس دور کے مشہور یوگی علماء سے علم حاصل کیا۔ ان کے افکار سے مکمل آگہی حاصل ہوجانے کے بعد انہوں نے انسان کے غیر اطمینان بخش مسائل کے اپنے حل وضع کیے۔ یہ خیال عام ہے کہ انتہا درجے کا ذہن سچ کے راستہ کو ہموار کرتا ہے۔ گوتم نے خود بھی ایک سنیاسی بننے کی کوشش کی اور کئی سال وہ فاقہ کشی اور خود اذیتی کے مراحل سے گزرتے رہے۔ آخر کار اسے ادراک ہوا کہ جسم کو اذیت دینے سے ذہن میں ابہام پیدا ہوتا ہے، اسی لیے یہ ریاضت انھیں سچ کی قربت نہ دے سکی۔ چنانچہ انہوں نے پھر سے باقاعدہ خوراک لینی شروع کی اور فاقہ کشی کو ترک کر دیا۔

خلوت میں انہوں نے انسانی موجودگی کے مسائل پر استغراق کیا۔ آخر ایک شام جب وہ ایک عظیم الجثہ انجیر کے درخت کے تلے بیٹھے تھے، انھیں اس چیستان کے سبھی ٹکڑے باہم یکجا ہوتے محسوس ہوئے۔ سدھارتھ نے تمام رات تفکر میں گُزاری، صبح ہوئی تو اُن پر منکشف ہوا کہ انہوں نے حل پالیا ہے، اور یہ کہ وہ اب ''بدھ'' بن گئے ہیں جس کے معنی ایک ''صاحبِ بصیرت'' کے ہیں۔ تب اِن کی عمر پنتیس برس کی تھی۔ زندگی کے باقی پینتالیس برس انہوں نے شمالی ہندوستان میں سفر کرنے میں گزارے۔ وہ ان لوگوں کے سامنے اپنے خیالات کا پرچار کرتے، جو انھیں سننے آتے تھے۔ ۴۸۳

قبل مسیح میں اپنی وفات کے سال تک وہ اپنے ہزاروں پیروکار بنا چکے تھے۔ اگر چہ اُن کے افکار تب تک تحریری صورت میں نہیں تھے، بعد میں اُن کے چیلوں نے اُن کا ایک ایک حرف یاد رکھا۔ یہ باتیں نسل درنسل زبانی طور ہی سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔

بدھ کی بنیادی تعلیمات کو بدھوں کے الفاظ میں ''چار اعلٰی سچائیاں'' (Four Nobel Truths) کے عنوان سے سمیٹا جا سکتا ہے۔ اول انسانی زندگی اپنی جبلی حیثیت میں دکھوں کا مسکن ہے۔ دوئم دُکھوں کی وجہ خواہشات کا ہونا، سوم، خواہشات کو پیدا ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ اسے اصطلاحاً ''نروان'' کہا جاتا ہے۔ (اس کے لغوی معنی ''پھٹ پڑنے'' یا ''تنسیخ'' کرنے کے ہیں)۔ چہارم، اس کا علاج نہ کڑی تپسیا ہے اور نہ سہل پسندی، بلکہ میانہ روی سے کام لے کر یہ مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اپنا حقائق کو بنیاد بنا کر گوتم بدھ نے انسانی زندگی کے لیے آٹھ رہ نما اصول قائم کیے، جن کو اشٹ انگ مارگ (آٹھ اصولوں کا راستہ) بھی کہا جاتا ہے۔ آٹھ اصول یہ ہیں:

(۱) صحیح علم: یعنی درست نظریہ اور مناسب معاملہ فہمی یعنی اگر بنیاد درست ہے تو زندگی درست ہے، (۲) صحیح ارادہ: درست ارادہ ہی نروان کو راہ دکھاتا ہے یعنی نروان حاصل ہونے پر تمام دُکھ فنا ہو جاتے ہیں، (۳) صحیح کلام، حق گوئی، نرم لہجہ، محبت بھری بات چیت، یعنی شیریں بیانی ضروری ہے اور غلط گفتگو جھگڑے کو دعوت دیتی ہے، (۴) صحیح عمل یعنی اپنی زبان، نظر یا ہاتھ سے کسی کو تکلیف نہ پہنچانا، چوری نہ کرنا، غریبوں اور بیماروں کی مدد کرنا، بدچلنی سے دور رہنا اور خدمت خلق کرنا، (۵) جائز و حلال کمائی یعنی محنت اور ایمانداری سے اپنے لیے روزی کمانا، (٦) صحیح کوشش: یہ کوشش جاری رکھنا کہ

ذہن پیراگندہ نہ ہو اور اِس میں بُرے خیالات پیدا نہ ہوں، (۷) نیک خیال: ذہن کو پوری طرح بیدار رکھنا اور مشاہدے کو مضبوط بنانا، (۸) صحیح غور وفکر: درست طریقے سے سوچ بچار کرنا اور مراقبے کے ذریعے ذہن کو ٹھیک سمت میں لے جانا۔

گوتم بدھ نے دُنیا کے بیشمار انسانوں پر اپنے اثرات چھوڑے ہیں۔ اُن کی تعلیمات کسی بھی لحاظ سے قدیم ہندوستانی فلسفہ کا اعادہ نہیں تھیں۔ گوتم بدھ کے تصورات کی گہرائی کے سبب ہی بُدھ مت ہندوستانی حدود سے باہر تک پھیلا اور اس کے فلسفہ نے قبولِ خاص وعام کی سند حاصل کی۔

ا..... فرہنگ:

لفظ	:	معنی
پُرتعیش	:	عیش وعشرت سے بھرپور۔ نازونعم والی
خوگر	:	عادی
قبل مسیح	:	حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے
بےکل	:	بےقرار۔ بےسکون۔ بےچین۔ بےآرام
اہلِ ثروت	:	دولت مند۔ مالدار
نومولود	:	نیا پیدا ہوا بچہ
معرّیٰ	:	خالی

یوگی	:	مذہبی ورزش کرنے والا۔ یوگ کرنے والا
سنیاسی	:	فقیر، جس نے دُنیا کو چھوڑ دیا ہو
اذیّتیں	:	تکالیف۔ اذیّت کی جمع
ابہام	:	صاف صاف بیان نہ کرنا۔ ادب میں ایک صنف کا نام
ریاضت	:	مشقت۔ محنت
خلوت	:	اکیلا پن۔ تنہائی
استغراق	:	کسی خیال میں ڈوب جانا۔ خُدا کی یاد میں محو ہو جانا
عظیم الجثہ	:	بہت بڑا جسیم۔ قدآور
چیستان	:	پہیلی۔ مُعمّہ
مُنکشف	:	کھُل جانا۔ ظاہر ہونا
افکار	:	فکر کی جمع
جبّلی	:	فطری۔ پیدائشی
اصطلاحاً	:	اصطلاح میں
فرار	:	بھاگنا
راست	:	صحیح۔ دُرست۔ سیدھا
طرزِ بودو باش	:	زندگی گذارنے کے طور طریقے
سعی	:	کوشش
وا	:	کھُلا

اعادہ	:	دوہرانا
تپسیا	:	عبادت۔سخت ریاضت
سہل پسندی	:	کاہلی۔تن آسانی
میانہ روی	:	درمیانی راہ اپنانا
حقائق	:	حقیقت کی جمع
معاملہ فہمی	:	بات کوسمجھنے کی صلاحیت
نِروان	:	نجات
شیریں بیانی	:	میٹھا کلام۔میٹھی زبان
خدمتِ خلق	:	لوگوں کی خدمت
پراگندہ	:	پریشان۔حیران۔بکھرا ہوا
مُراقبہ	:	سوچ بچار۔سب چیزوں کوچھوڑ کر خدا کا دھیان کرنا
اِبتلاؤں	:	آزمائش

۴......سوالات:

۱۔ گوتم بُدھ کا اصلی نام کیا تھا اور کہاں پیدا ہوئے؟

۲۔ گوتم بُدھ نے کس عمر میں زندگی سے کنارہ کشی کی؟

۳۔ گوتم بُدھ یوگی اور سنیاسی کیوں بنے؟

۴۔ گوتم بُدھ کی تعلیمات میں سے چار اعلیٰ سچائیاں کون کون سی ہیں؟

۵۔ آٹھ راست راہوں سے کیا مُراد ہے؟

۳۔ کالم 'الف' کو کالم 'ب' کے ساتھ مناسب طریقے سے جوڑیئے:

ب	الف
مذہبی ورزش	گوتم بُدھ
بُدھ مت کی بنیادی تعلیمات	کپل وستو
بُدھ مت کا بانی	یوگ
آٹھ راست راہوں میں سے ایک	چار اعلیٰ سچائیاں
شمالی ہندوستان کا ایک شہر	راست تفکر

۴......خالی جگہیں بھریئے:

۱۔ اگر بنیاد درست ہے تو..................درست ہوگی۔

۲۔ درست ارادہ ہی..................کی راہ دکھاتا ہے۔

۳۔ غلط گفتگو..................کو دعوت دیتی ہے۔

۴۔ بدچلنی سے دور رہنا اور..................کرنا۔

۵۔ محنت اور..................سے اپنے لیے روزی کمانا

۶۔ یہ کوشش جاری رکھنا کہ ذہن..................نہ ہو۔

۷۔ ذہن کو پوری طرح..................رکھنا۔

۸۔ درست طریقے سے..........کرنا

۵..........گوتم بُدھ کے حالاتِ زندگی پر دس جملے لکھیے۔

ہماری تاریخ

کوئی بھی گھر ہو دِوالی کے دِیے جلتے تھے
عید بھر دیتی تھی سینوں میں اُجالے کیا کیا
رنگ ہولی کا ہر اک دل میں بِکھر جاتا تھا
چہرے چہرے پہ دمک اُٹھتے تھے لالے کیا کیا

اجنبی ہاتھوں نے لکھی تھی جو تاریخ تری
اس کو کیا نام دیں سوچی ہوئی تہمت کے سِوا
اپنے ہر پیار کو نفرت میں بدلنا چاہا
کیا پُکاریں اسے چالاک سیاست کے سِوا

اے وطن! ہم تیری تاریخ لکھیں گے پھر سے
تیری تاریخ ہے دل جوئی و دل داری کی
تیری تاریخ محبت کی، وفا کی تاریخ
تیری تاریخ اخوت کی، رواداری کی

تیری تاریخ ہے قرآن کا، گیتا کا ورق
آشتی، اَمن، اہنسا کے اصولوں کا سبق
دہر سے اپنا مُقابل کوئی اب تک نہ اُٹھا
کوئی گوتم، کوئی چشتیؒ، کوئی نانک نہ اُٹھا

آج آزاد ہیں ہم، ذہن ہمارا آزاد
تنگ جذبات کے گھیروں سے نکل آئے ہیں
جو فِرنگی کی سیاست نے کبھی بوئے تھے
اُن تعصّب کے اندھیروں سے نکل آئے ہیں

ایک ہے اپنا وطن، ایک زمیں، ایک ہیں ہم
ایک ہیں فکر و عمل، ایک یقیں، ایک ہیں ہم
کون کہتا ہے کہ ہم ایک نہیں، ایک ہیں ہم

جاں نثار اختر

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
دمک	:	چمک۔تمتماہٹ
لالے(لالہ)	:	ایک قسم کا سرخ پھول جس کے اندر سیاہ داغ ہوتا ہے
تہمت	:	الزام
دل جوئی	:	تسلی۔تسکین وتشفی کی باتیں کرنا
دل داری	:	دل رکھنا۔محبت سے پیش آنا
اُخوّت	:	بھائی چارہ
آشتی	:	دوستی۔صلح
اہنسا	:	عدم تشدّد۔ظلم وزیادتی نہ کرنا
دہر	:	زمانہ۔دنیا
مُقابل	:	سامنے والا۔برابری کرنے والا
فرنگی	:	انگریز۔گورا
تعصّب	:	تنگ نظری۔بے جاحمایت یامخالفت

۲......سوالات

۱۔ نظم کے مطابق ہندوستان میں مختلف تہوار کیسے منائے جاتے تھے؟
۲۔ اجنبی ہاتھوں سے شاعر کی کیا مراد ہے؟
۳۔ ہماری تاریخ کو کس طرح بدل دیا گیا؟
۴۔ ہمارے ملک کی تاریخ کیا رہی ہے؟
۵۔ آزادی ملنے کے بعد ہم خود کو کیسا محسوس کرتے ہیں؟
۶۔ شاعر نے آخری بند میں ایکتا کی کیا پہچان بتائی ہے؟

۳......نیچے لکھے ہوئے بند کو مکمل کیجیے:

تیری.................... ہے قرآن کا گیتا کا ورق
آشتی، امن،.................. کے اصولوں کا..................
دہر سے اپنا مقابل کوئی اب تک......................
کوئی گوتم، کوئی چشتیؒ، کوئی.................. نہ اٹھا

۴......نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

اجالے اجنبی نفرت چالاک وفا امن آزاد

۵......ان لفظوں کی جمع لکھیے

تہمت	فرنگی	فکر	عمل	جذبہ

۶ ......عملی کام

اس نظم میں شاعر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، انہیں اپنے لفظوں میں لکھیے۔

۷......غور کرنے کی باتیں

آج دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اس کے لیے اتحاد و اتفاق بہت ضروری ہے۔ اس نظم میں شاعر نے آپسی محبت، مساوات اور اہنسا کے اصولوں کو اپنانے کی بات کہی ہے۔

زعفران

مشہور شاعر کالیداس نے اپنی کتابوں میں زعفران کے کھیتوں کے حسن کی جابجا تعریف کی ہے۔ سنسکرت کا کوئی طالب علم کالیداس کو فراموش نہیں کر سکتا۔ زعفران کے حُسن نے شاعروں، ادیبوں اور مفکروں کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔ زعفران کے کھیت کو زعفران زار بھی کہا جاتا ہے۔ اِس کے معنی لُغت میں یہ لکھے ہیں: ''وہ مقام جہاں دور تک زرد پھول ہو یا زرد فصل کھڑی ہو''۔ دوسرے معنی یہ بھی لکھے ہیں ''وہ جگہ جہاں پہنچ کر انسان کو بہت ہنسی آئے۔ مشہور ہے کہ زعفران کے کھیت میں پہنچ کر انسان کو خود بخود ہنسی آنے لگتی ہے''۔ کشمیر میں زعفران زار کو ہنسی مذاق کی محفل کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر غیر ملکی فوجیوں نے اس کے حُسن

کے آگے اپنا سر جھکا دیا اور وہ اس کی خوب صورتی میں کھو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سکندر اعظم کے یونانی فوجیوں نے جب کشمیر کی وادی میں زعفران کے کھیتوں کا حُسن دیکھا تو وہ حیران رہ گئے۔ وہ خوبصورت پھولوں میں اپنے فوجی فرائض بھول بیٹھے اور زعفران کے پھولوں کے خوبصورت رنگوں میں فطرت کی انگڑائی دیکھنے لگے۔ ابوالفضل نے آئینِ اکبری میں زعفران کی عجیب تعریفیں کی ہیں۔

اکتوبر اور نومبر میں سرینگر سے کچھ دور پانپور میں زعفران کے کھیتوں کی خوبصورتی دیکھنے کی چیز ہوتی ہے۔ پانپور کے علاوہ کئی اور علاقوں میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔ زعفران کے پھولوں پر جب چاند کی دلآویز روشنی پڑتی ہے تو یہ کہنا پڑتا ہے، کہ اگر کوئی بہشت ہے تو بس یہی زمین ہے۔ اس کی پتیوں پر نیا رنگ اور نئی کیفیت ہوتی ہے۔

زعفران کو بادشاہوں کا پھول سمجھا گیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی تخلیق میں محنت کش طبقہ کا لہو شامل ہوتا ہے۔ یونانیوں کے یہاں زعفران کے رنگ کو شاہی رنگ سمجھا جاتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں بھی زعفران کے تلک کو مقدس سمجھا جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں زعفران کا تصور وادی کشمیر سے الگ نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زعفران کو کشمی راجہ (کشمیر راجہ) بھی کہا جاتا ہے۔ زعفران کی خوشبو سے یونان کے دربار، تھیٹر اور ہال مہک اٹھتے تھے۔ کشمیر سے لے کر یونان تک مختلف دواؤں میں زعفران کا استعمال ہوتا رہا ہے۔ اُن دنوں کشمیر اور اسپین کے لوگ اپنے کھانوں میں زعفران استعمال کرتے تھے۔ انگلینڈ میں بھی ۱۸ویں صدی میں اس کی کاشت شروع ہوئی۔

زعفران کی کاشت ایک مستقل فن ہے۔ اس کی کاشت کے لئے خاص قسم کی ڈھلوان زمین درکار ہے۔ جولائی اور اگست میں بیج کے بلب(Bulb) ڈالے جاتے ہیں۔ ایک بار ڈالنے کے بعد قریباً چودہ برس تک اس پر زیادہ محنت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اکتوبر میں پھول نکل آتے ہیں۔ پھر ایک خوبصورت باغ ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ دُھوپ میں زعفران کے پھول چُن کر سکھائے جاتے ہیں اور پھر مختلف قسم کے زعفران تیار ہو جاتے ہیں۔ شاہی زعفران، مونگرا اور لچھا وغیرہ اس کی قسمیں ہیں۔ ہندوستان میں ہر قسم کے زعفران کی مانگ ہے۔ بڑھتی ہوئی اس مانگ کی وجہ سے کشمیری زعفران کی تجارت بڑھتی جارہی ہے۔

کشمیر میں زعفران کی کاشتکاری کو بڑے پیمانے پر فروغ دینے کے لیے مرکزی و ریاستی حکومت نے کئی منصوبے تشکیل دیے ہیں اور ایک طویل منصوبہ "نیشنل زعفران مِشن" کے تحت ہاتھ میں لیا ہے۔ امید ہے کہ جدید سائنسی طریقوں سے بھی کاشت کرنے کی کوشش کی جائے گی اور کالیداس نے اپنی نظموں میں زعفران کے حُسن کو جس خوبصورتی سے بیان کیا ہے، اس کی اصلی خوشبو تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔

("مخزنِ مضامین" سے ماخوذ)

ا۔۔۔۔۔فرہنگ:

لفظ		معنی
جا بجا	:	جگہ جگہ
فراموش کرنا	:	بھول جانا
متوجہ کرنا	:	توجہ دلانا
فرائض	:	فرض کی جمع
کاشت ہونا	:	کھیتی کرنا
بہشت	:	جنّت
تخلیق کرنا	:	پیدا کرنا
مقدّس	:	پاک
قدیم	:	پُرانا
کشمی راجہ	:	کشمیر راجہ
تھیٹر	:	وہ بڑا ہال جہاں ڈرامہ اور دیگر تفریحِ طبع کے پروگرام وغیرہ پیش کیے جاتے ہیں
فن	:	ہُنر
لُغت	:	عرفِ عام میں ڈکشنری

۲......سوالات

۱۔ کِس شاعر نے اپنی کتابوں میں زعفران کی جابجا تعریف کی ہے؟
۲۔ کِس پھول کو بادشاہوں کا پھول سمجھا جاتا ہے؟
۳۔ وادیِ کشمیر میں زعفران کی کاشت کہاں کہاں کی جاتی ہے؟
۴۔ کِس مُلک میں زعفران کو شاہی رنگ سمجھا جاتا ہے؟
۵۔ زعفران کی کاشت کے لیے کِس قسم کی زمین درکار ہے؟

۳............خالی جگہوں کو پُر کیجیے۔

۱۔ زعفران کی کاشت ایک مستقل......................ہے۔
۲۔ ....کو بادشاہوں کا پھول سمجھا گیا ہے۔
۳۔ کشمیری زعفران کی تجارت..................جارہی ہے۔
۴۔ اکتوبر میں پھول..... ....آتے ہیں۔
۵۔ اس کی کاشت کے لیے، خاص قسم کی..................درکار ہے۔

۴............'زعفران' کے عنوان پر ایک مختصر نوٹ لکھیے۔

کمپیوٹر کا ارتقائی سفر

آپ نے کمپیوٹر استعمال کیا ہوگا۔ کمپیوٹر ایک ایسی مشین کو کہا جاتا ہے جو حساب لگانے کا کام کرتی ہے۔ یہ جوڑ اور گھٹا تو کرتی ہی ہے، اس کے علاوہ اور بہت سے کام بھی اس سے لیے جاتے ہیں۔ سائنس کے ذریعے جو نئے نئے کمپیوٹر ایجاد ہوئے ہیں، وہ دراصل نئی قسم کے برقیاتی ذہن ہیں۔ کمپیوٹروں سے جو جو کام اب لیے جارہے ہیں

آج سے چند برس پہلے ان کا تصور بھی ممکن نہ تھا۔ آج تو بڑے بڑے ہوائی جہاز بھی کمپیوٹر سے اُڑائے جاتے ہیں اور انسان چاند پر بھی کمپیوٹر کی مدد سے پہنچا ہے، ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، ریل گاڑیاں، چھاپ خانے، اخبارات، کون سی چیز ہے جس میں کمپیوٹر سے مدد نہیں لی جاتی۔ کمپیوٹر آج کی برقیاتی زندگی کا اہم ترین حصّہ ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال موبائیل فون اور برقیاتی کیل کولیٹرز (Calculators) ہیں، جو ہر جگہ دیکھے جاسکتے ہیں۔ بنکوں اور دکانوں کے علاوہ آج کل اسکولوں اور کالجوں کے طالب علم اور گھر کے سبھی چھوٹے بڑے بھی ان کا استعمال کرتے رہتے ہیں۔

کمپیوٹر یا کیل کولیٹر کی ایک بہت پُرانی شکل اباکس (Abacus) ہے۔ اباکس لکڑی کے ایک چوکور فریم میں بندھے تاروں میں پروئے لکڑی کے گول گول گٹوں کا نام ہے۔ ہر تار میں دس گٹّے یا موتی پرودیے جاتے ہیں جن کے ذریعے جمع کرنے یا گھٹانے کا کام آسان ہوجاتا ہے۔ اباکس ہزاروں سال سے چین اور مصر میں استعمال ہوتا آرہاہے اور آج بھی بہت سے ملکوں کے دوکان دار اس کا استعمال کرتے ہیں۔

۱۹۱۹ء کے لگ بھگ پہلا الیکٹرانِک کمپیوٹر بنا تھا۔ دوسری عالم گیر جنگ میں فوجی مقاصد کے لیے کمپیوٹر کی ضرورت محسوس کر کے اس جدید کاری پر زیادہ توجہ دی گئی اور ایسے کمپیوٹر بنائے گئے جو صرف ریاضی کے سوال ہی حل نہیں کرسکتے تھے بلکہ ان کی یاداشت میں بہت سی معلومات ریکارڈ بھی کی جاسکتی تھیں۔ آج کے زمانے میں ایسے ایسے کمپیوٹر ایجاد ہوچکے ہیں جو شطرنج کھیل سکتے ہیں، موسیقی کی دُھنیں بنا سکتے ہیں، مصوّری کرسکتے ہیں اور ریاضی کے پیچیدہ سے پیچیدہ سوال ایک سیکنڈ کے ہزارویں

حصّہ میں حل کر سکتے ہیں۔ جدید کمپیوٹروں کی کارکردگی کا اندازہ آپ اس طرح کر سکتے ہیں کہ کمپیوٹر ریاضی کا کوئی ایسا مسئلہ جس میں کم از کم دس لاکھ جمع تفریق اور ضرب تقسیم کرنے ہوں، چند سیکنڈ میں اپنی یادداشت میں ریکارڈ کر کے اس کا حل بتا سکتا ہے۔

آج کے دَور میں کئی قسم کے کمپیوٹر بنائے جاتے ہیں۔ اِن میں سے ایک قسم کو ''ڈِجی ٹل'' (Digital) یعنی ہندوسوں کا کمپیوٹر کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم ''انالوگ'' (A.nalog) کمپیوٹر کہلاتے ہیں۔ انالاگ کمپیوٹرز میں ناپ تول کا سسٹم ہوتا ہے۔ مثلاً اس طرح کے کمپیوٹر سے بجلی کی رَو کی طاقت، پانی کے دباؤ کی قوّت، یا کسی چیز کے تیزی سے گھومنے کی رفتار کا پتا چلایا جاسکتا ہے۔

ڈِجی ٹل کمپیوٹر جمع تفریق اور ضرب تقسیم وغیرہ جیسے سوالات کرسکتا ہے۔ لیکن اصل میں کمپیوٹر صرف جمع اور تفریق کا ہی کام کرتا ہے۔ ضرب یا تقسیم نہیں کرتا۔

آپ حیران ہوں گے کہ پھر کمپیوٹر لاکھوں کی ضرب تقسیم سیکنڈوں میں کیسے کر دیتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کمپیوٹر میں برقی رَو استعمال ہوتی ہے۔ بجلی کا کرنٹ روشنی کی رفتار سے دوڑتا ہے اور روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل یا تین لاکھ کلومیٹر کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔ اس لیے کمپیوٹر بھی بجلی کے کرنٹ کے ذریعے اتنی ہی تیزی سے کام کرتا ہے۔

ڈ جی ٹل کمپیوٹر اگرچہ حساب کے ہر طرح کے سوال حل کر سکتے ہیں مگر ان میں ایک دو تین چار پانچ جیسے عام ہندسوں کا استعمال نہیں ہوتا بلکہ بائنری (binary) سسٹم استعمال ہوتا ہے۔ لفظ بائنری (Binary) کو اردو میں ''دوہرا'' کہا جاتا ہے۔ بائنری

سسٹم میں ریاضی کی صرف دو علامتیں یا ہندسے استعمال ہوتے ہیں۔ایک کا ہندسہ اور صفر (0-1) یہ دو ہندسے دراصل بجلی کی رَو کی موجودگی یا غیر موجودگی کی علامت مانے جاتے ہیں۔یعنی جب کمپیوٹر میں کسی جگہ برقی رو موجود ہوتی ہے تو اسے "ایک" مانا جاتا ہے اور جب وہاں کرنٹ نہیں ہوتا تو صفر مانا جاتا ہے، کمپیوٹر اپنا سارا حساب اسی بائنری سسٹم سے کرتا ہے۔اس سسٹم میں ایک سگنل کے بعد ہر اگلے سگنل پر قوّت ڈبل (دوگنی) ہوتی جاتی ہے۔

انالاگ اور ڈیجیٹل قسم کے کمپیوٹروں کے علاوہ اب Hybrid کمپیوٹر، Super کمپیوٹر اور Quantum کمپیوٹر بھی کب کے وجود میں آ چکے ہیں۔ Hybrid کمپیوٹر انالاگ اور ڈیجیٹل مشینوں کی خصوصیات کو یکجا کر کے بنائے جاتے ہیں۔ Super کمپیوٹر اپنے بڑے سائز اور انتہائی تیز رفتار کارکردگی کی بناء پر خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ Quantum کمپیوٹر اُس کمپیوٹر کو کہتے ہیں، جس کی بنیاد سائنسی محققین نے Quantum Mechanics کے اصولوں پر رکھی ہے۔کمپیوٹروں کی انہی تیز رفتار مشینوں نے انسانی تاریخ کے بے مثال اطلاعاتی انقلاب (info revolution) کے اثرات کرۂ ارض کے چپے چپے تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔چنانچہ آج ہر پڑھا لکھا چھوٹا بڑا اپنے موبائیل فون یا ڈیسک ٹاپ یا لیپ ٹاپ یا I Pad کے ذریعے انٹرنیٹ سے جُڑا ہوا ہے اور ہر طرح کی معلومات و مواد (data) تک اُس کی رسائی ذرا بھی مشکل نہیں۔

جرمن سائنس داں اور فلسفی لیب نٹز بائنری سسٹم کو فطرت کا سسٹم مانتا تھا۔اس کا کہنا

تھا کہ بائنری سسٹم کا ایک(1)، ایکتا یعنی وحدت کی علامت ہے اور خدا بھی ایک ہے اور صفر کچھ نہ ہونے کی علامت ہے جیسے لا یعنی عدم۔ اور خدا نے سب چیزیں خلا (عدم) سے ہی تخلیق کی ہیں۔ دوسرے معنوں میں ایک کا ہندسہ خالق کی علامت ہے اور صفر تخلیق کی۔ بائنری سسٹم اعشاریہ سسٹم سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اعشاریہ سسٹم میں نو تک ہندسے اور دسواں صفر استعمال ہوتا ہے۔ بائنری سسٹم میں یہ ہندسے بالکل مختلف انداز میں لکھے جاتے ہیں مثلاً ۹ کے ہندسے کو بائنری سسٹم میں اس طرح لکھا جائے گا۔

1	0	0	1

$(۸\times۱)+(۰\times۴)+(۰\times۲)+۱=۹$

۸+	0+	0+	۱=	۹

آسان حساب اس طرح بنا۔

اس طرح کمپیوٹر کو ہم پانچ حصّوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ پہلا حصّہ درآمد کا حصّہ کہلاتا ہے۔ جس کو سائنسی اصطلاح میں اِن پُٹ (Input) کا حصّہ کہتے ہیں۔ ہم کمپیوٹر سے جو کچھ جاننا چاہتے ہیں، یا اس کی یاداشت میں جو بھی معلومات درج کرنا چاہتے ہیں، تو ان معلومات کو درآمد والے حصّہ میں داخل کرنا ہوگا۔

دوسرا حصّہ ذخیرہ یا مال گودام کی طرح ہوتا ہے۔ اس کو کمپیوٹر کی یاداشت (Memory) کہا جاتا ہے۔ مستقبل میں کام لینے کے لیے تمام معلومات اسی یاداشت

میں ریکارڈ کی جاتی ہیں۔

تیسرا حصّہ ،حساب کتاب کا حصّہ ہے۔اسی حصّہ سے کمپیوٹر ریاضی کے سوال حل کرتا ہے۔ چوتھا حصّہ کنٹرول یونٹ کہلاتا ہے۔ یہ حصّہ پورے کمپیوٹر کے جنرل منیجر کی طرح ہوتا ہے جو مختلف حصّوں کو کام کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

پانچواں حصّہ برآمد یا آؤٹ پُٹ (Output) کہلاتا ہے۔آپ جو کچھ کمپیوٹر سے جاننا چاہتے ہیں یہی برآمد والا حصّہ آپ کو وہ معلومات دیتا ہے۔

دوسری عالم گیر جنگ کے بعد سے سائنس دانوں نے کمپیوٹر کی سائنس پر زیادہ توجہ دی ہے۔اس زمانے کے بنائے ہوئے کمپیوٹر پہلی نسل کے کمپیوٹر کہلاتے ہیں۔پہلی نسل کے ان کمپیوٹروں میں برقی سِگنلوں کے لیے ویکوم ٹیوب (Vacuum Tube) استعمال کیے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ کمپیوٹر جگہ بھی بہت گھیرتے تھے۔ ان

کمپیوٹروں میں لگے ٹیوب برقی سِگنل دینے کے ساتھ حرارت بھی خارج کرتے تھے۔ کبھی کبھی یہ حرارت اس قدر زیادہ ہو جاتی تھی کہ کمپیوٹر کے نازک حصّے جل جاتے تھے۔ چنانچہ ان کو ٹھنڈا رکھنے کے لیے بڑے بڑے ایر کنڈیشنر لگانے پڑتے تھے۔ یہ کمپیوٹر زیادہ تر ملٹری کے مقاصد، سائنس کے تجربات اور حکومت کے کاروبار کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

کچھ عرصے بعد ہی ٹرانزسٹر کی ایجاد ہوگئی، جس سے تمام الیکٹرانِک برقیاتی شعبوں کے ساتھ کمپیوٹر سائنس میں زبردست انقلاب آ گیا۔ بڑے بڑے ویکوم ٹیوبز (ہوا سے خالی ٹیوب) کی جگہ چھوٹے چھوٹے ٹرانزِسٹروں اور سیمی کنڈکٹرز (Semi-conductors) پُرزوں نے لے لی۔ اُسی وقت کمپیوٹروں کی دوسری نسل وجود میں آئی۔

کمپیوٹروں کی یہ دوسری نسل جگہ بھی بہت کم گھیرتی تھی اور بجلی کا کرنٹ بھی کم استعمال کرتی تھی۔ اس کے علاوہ یہ کمپیوٹر پہلی نسل کے کمپیوٹروں کے مقابلے میں بہت زیادہ تیزی سے کام کرنے لگے، اور ان کی یادداشت میں معلومات ہزاروں گُنا زیادہ درج کی جانے لگیں۔

۱۹۶۰ء تک دوسری نسل کے کمپیوٹروں کے کم از کم سو مختلف ماڈل بن چکے تھے، جن میں سب سے چھوٹے کمپیوٹر پر آج کے حساب سے تقریباً چار لاکھ روپے لاگت آتی تھی اور کمپیوٹر کا سب سے بڑا ماڈل جو IBM۷۰۹۰/۷۰۹۴ کہلاتا تھا، اس پر لگ بھگ چار کروڑ روپیہ لاگت آتی تھی۔ یہ کمپیوٹر فضائی، خلائی سائنس یا انجینئرنگ صنعتوں میں

استعمال ہوتے تھے۔

کمپیوٹروں کی تیسری نسل کا استعمال ۱۹۶۰ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک رہا۔ اس کے بعد فورتھ جنریشن اور ففتھ جنریشن کے کمپیوٹر نت نئے ماڈلوں اور سائز میں عام ہوتے گئے۔ اب یہ سلسلہ آگے ہی بڑھتا جا رہا ہے۔ دراصل چپس (Chips) نام کی ایک شئے نے کمپیوٹر سائنس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ چپس کی کارکردگی کا اندازہ آپ اس مثال سے لگا سکتے ہیں کہ ''سلی کون'' کا ایک چپ (Chip) جو سائیز میں ایک سینٹی میٹر کا چوتھا ہوتا ہے اس پر چونسٹھ ہزار بائنری یونٹ کی معلومات ریکارڈ کی جا سکتی ہیں، ان یونٹوں کو بِٹز (Bits) کہا جاتا ہے۔ چپس کی ایجاد سے کمپیوٹر کی یاداشت کا میدان قریب قریب لامحدود ہو گیا ہے اور کام کی تیز رفتاری بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ یعنی اب کمپیوٹر کے کام کرنے کی رفتار ایک سیکنڈ کے لاکھویں اور کروڑویں حصّہ تک پہنچ چکی ہے۔ آج کل کمپیوٹروں کے نئے نئے ماڈل اتنی تعداد میں بنتے جا رہے ہیں کہ شمار کرنا مشکل ہو گیا ہے۔

ایک کمپیوٹر کس مقصد کے لیے کام کرے اور، اس کی یاداشت میں کس قسم کی معلومات درج کی جائیں، ایسی سہولت کی فراہمی کو کمپیوٹر پروگرامنگ کہا جاتا ہے۔ کمپیوٹر پروگرامنگ کے لیے بہت سی مختلف زبانیں استعمال کی جاتی رہی ہیں۔ اس سلسلے میں ۱۹۴۰ء سے اب تک سینکڑوں ہزاروں زبانیں بنا کر تجربات کیے گیے لیکن اب صرف چند اہم اور بامقصد زبانیں ہی کمپیوٹر کی پروگرامنگ میں استعمال ہوتی ہیں۔

کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ ترقی کے تیز رفتار مراحل طے کرتے ہوئے ڈیسک ٹاپ،

لیپ ٹاپ، پام ٹاپ، i pad،اور tablet وغیرہ جیسی صورتیں پانے کے بعد اب مستقبل میں کمپیوٹر کی شکل وصورت کیا ہوگی۔ فی الوقت ایک انسان کی نجی وانفرادی اور سماجی واجتماعی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے، جس میں کمپیوٹر کی کارفرمائی نہ ہو۔

ا......فرہنگ:

لفظ		معنی
برقیاتی	:	الیکٹرانک کا اُردو ترجمہ۔ بجلی کی طرح چلنے والا
کارکردگی	:	کارگزاری۔ اچھا کام کرنا
علامتیں	:	جمع علامت کی بمعنی نشان
تخلیق کرنا	:	پیدا کرنا
خالق	:	پیدا کرنے والا
حرارت	:	گرمی
خارج کرنا	:	نکالنا۔ باہر کرنا۔ جُدا کرنا۔ علاحدہ کرنا
ماڈل	:	نمونہ
شئے	:	چیز

۲......سوالات:

۱۔ کمپیوٹر کسے کہتے ہیں؟
۲۔ کمپیوٹر سے کیا کیا کام لیے جا رہے ہیں؟
۳۔ پہلا الیکٹرانک کمپیوٹر کب بنا تھا؟
۴۔ آج کے دور میں کتنی قسم کے کمپیوٹر بنائے جاتے ہیں؟
۵۔ ایک کمپیوٹر کو کتنے حصّوں میں بانٹا جا سکتا ہے؟
۶۔ تیسری نسل کا کمپیوٹر کتنی مدت استعمال ہوتا رہا؟

۳......لکھیے:

انسانی زندگی میں کمپیوٹر کی ضرورت اور اہمیت پر مختصر مضمون لکھیے۔

۴............جواب لکھیے:

آج کل کمپیوٹروں کے جو نئے نئے ماڈل اور شکلیں ہمارے زیر استعمال ہیں، اُن کی فہرست بنائیے۔

۵............نوٹ لکھیے:

آپ اور آپ کے گھر کے دوسرے افراد کمپیوٹر کے مدد سے چلنے والے موبائیل فون استعمال کرتے ہیں، آپ موبائیل کے فائدوں اور نقصانات پر ایک نوٹ لکھیے۔

میرا وطن

یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن

وہ چڑیا، وہ طوطا، وہ مینا، وہ مور　　وہ کوئل، وہ بلبل، وہ قُمری، چکور

وہ جھیلوں کی لہریں، وہ دریا کا زور　　وہ جھرنوں کا گرنا، وہ پانی کا شور

وہ سرسبز اس کے پہاڑ اور بَن

یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن

وہ غلّے، وہ میوے وہ ترکاریاں　　وہ خوش رنگ پھولوں کی گُل کاریاں

وہ سرسبز باغوں کی پھلواریاں　　وہ سیراب اور خوش نما کیاریاں

زمینیں وہ زرخیز دلکش چمن
یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن
پہاڑوں کا منظر بنوں کا سماں ہیں ان میں ہزاروں ہی چشمے رواں
کہاں تک بیاں اس کی ہوں خوبیاں ہے فردوس کا اس چمن پر گماں
یہ باغ اِرم ہے یہ باغِ عدن
یہ میرا وطن ہے، یہ میرا وطن

شفیع الدین نیّر

ا.....فرہنگ:

لفظ	:	معنی
قُمری	:	فاختہ کی قسم کا ایک، پرندہ (اس کی آواز نہایت گونج دار ہوتی ہے)
چکور	:	تیتر کی قسم کا ایک، پرندہ، اسے چاند کا عاشق بھی کہتے ہیں
بَن	:	جنگل
سرسبز	:	ہرا بھرا، تروتازہ
غلّہ	:	اناج
میوے	:	خشک پھل، بادام، اخروٹ اور کشمش وغیرہ
ترکاریاں	:	سبزیاں

گُل کاریاں	:	نقّاشی کرنا، گل بوٹے بنانا، پھول تراشنا
سیراب	:	پانی سے بھرا ہوا، تر و تازہ
زرخیز	:	جس زمین میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔
چشمہ	:	زمین سے ابلتا ہوا پانی یا سُوتا
رَواں	:	بہتا ہوا
فردوس	:	جنّت۔ بہشت
گماں	:	شک۔ شبہ۔ وہم
دلکش	:	دل پسند۔ دل کو بھانے والا
باغِ ارم	:	جنّت کا باغ
باغِ عدن	:	جنّت کا وہ باغ جس میں حضرت آدمؑ کو رکھا گیا تھا

۲......سوالات

۱۔ شاعر نے نظم میں کن کن پرندوں کا ذکر کیا ہے؟

۲۔ دلکش چمن کس کو کہا گیا ہے؟

۳۔ ''ہے فردوس کا اس چمن پر گماں'' اس مصرعے سے کیا مراد ہے؟

۴۔ اس نظم میں ہمارے وطن کی کیا کیا خوبیاں بیان کی گئی ہیں؟

۵۔ اس نظم کے شاعر کا نام لکھیے۔

۶۔ شاعر اس نظم میں کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

۳...... نیچے لکھے ہوئے لفظوں کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

دریا پہاڑ وطن منظر چمن سماں

۴...... اِملا درست کیجیے۔

ترقاریاں باگوں منضر وتن صرسبز

۵...... مصرع مکمّل کیجیے

(i) وہ چڑیا، وہ طوطا.................. (ii) .... وہ قُمری، چکور

(iii) وہ سرسبز اس کے.................. (iv) .... یہ میرا وطن

۶...... واحد سے جمع اور جمع سے واحد بنائیے۔

چڑیا بلبل جھیل دریا جھرنوں پہاڑ میوے

۷...... مصرعوں کو صحیح ترتیب سے لِکھ کر مکمّل کیجیے

وہ غلّے، وہ میوے وہ ترکاریاں — وہ سیراب اور خوش نما کیاریاں
کہاں تک بیاں اس کی ہوں خوبیاں — وہ جھرنوں کا گرنا، وہ پانی کا شور
وہ سرسبز باغوں کی پھلواریاں — ہے فردوس کا اس چمن پر گماں

وہ جھیلوں کی لہریں وہ دریا کا زور　　　وہ خوش رنگ پھولوں کی گُل کاریاں

۸...... عملی کام

اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

۹...... غور کرنے کی باتیں

☆ اس نظم میں 'میرا وطن' کے عنوان سے وطن کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔
☆ اس نظم میں ہمارے ملک کی خوبیاں مختصر طور پر بیان کی گئی ہیں۔
☆ وطن کی محبت اور وطن دوستی کے جذبے کو نظم میں ابھارا گیا ہے۔

اُف! یہ ماحولیاتی آلودگی!

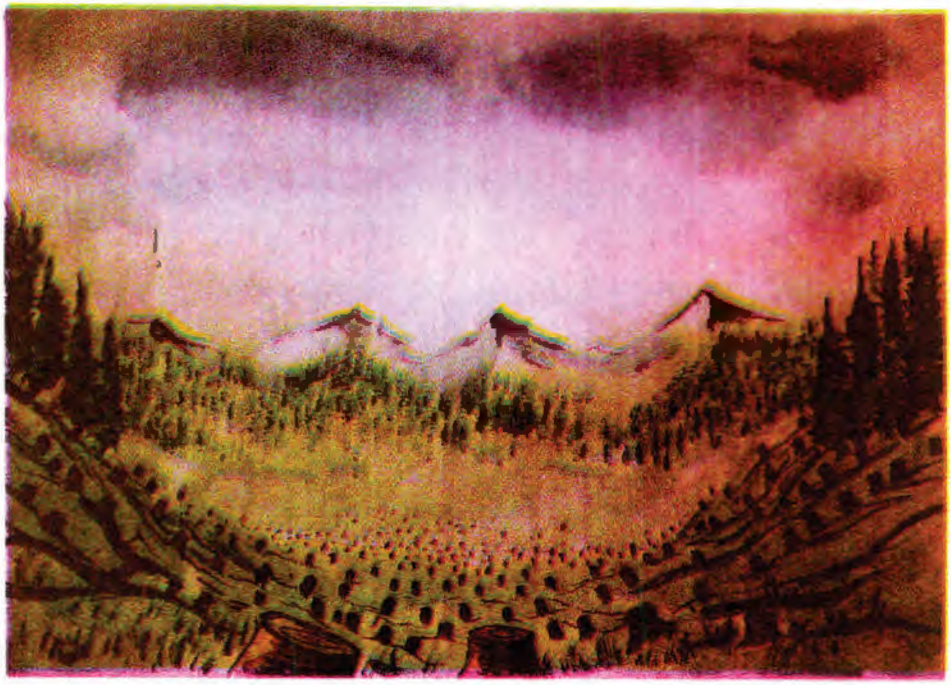

آیئے! ذرا اپنے آس پاس کے ماحول پر نظر ڈالیں۔ چاروں طرف کسی نہ کسی قسم کی آلودگی ہے۔ گلی کوچے مختلف قسم کی گندگی سے بھرے پڑے ہیں۔ گندگی سے قسم قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ذرا سوچیے اس سب کے لیے کون ذمہ دار ہے؟ آپ سڑک پر چل رہے ہیں۔ آپ کے دائیں بائیں موٹر گاڑیاں دُھواں اُگلتی دوڑ رہی ہیں۔ کہیں کارخانوں اور فیکٹریوں کی چمنی سے اُٹھتا ہوا دُھواں ہے، کہیں مشینوں کی زوردار آواز کانوں کو جھنجوڑ رہی ہے۔ کہیں دریا سے گزرتے ہوئے صاف اور شفاف پانی کی جگہ میلا اور بدبودار پانی ہے۔

کارخانوں سے بہہ کر آنے والے کیمیاوی مادے بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ پانی میں رہنے والی مخلوق پر بھی ان کا بہت خراب اثر پڑتا ہے۔ کیڑا مار دوائیوں کی وجہ سے برسات میں کھیتوں کا پانی جب سیلاب کی شکل میں دریاؤں میں آتا ہے تو اپنے اندر گھلا ہوا زہر بھی ساتھ لاتا ہے۔ اس زہر کی وجہ سے دریا کی مچھلیاں مر جاتی ہیں۔ دریا کے کنارے آباد بستیوں کے ہینڈ پمپ اور کنوئیں کا پانی بھی پینے کے قابل نہیں رہتا۔

دریائے جہلم کے پانی کا مشاہدہ کریں۔ کتنا گندہ پانی ہے۔ یہ پانی ہم کپڑے دھونے کے لیے استعمال نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ اسے پینے کے لیے استعمال کریں۔ مختلف جگہوں پر اِس دریا میں لوگ بلا جھجک گندگی ڈالتے جا رہے ہیں۔ دریا کے کنارے گندگی کے ڈھیروں سے بھرے پڑے ہیں۔ یہی حال دریائے توی کا ہے۔ غور کیجیے اس کے لیے کون ذمہ دار ہے؟

ایک زمانہ تھا کہ ہماری ریاست کے گاؤں دیہات کے بیچوں بیچ صاف وشفاف پانی کی ندیاں بہتی تھیں۔ یہ صاف وشفاف ندیاں اب گندی نالیوں میں تبدیل ہوئی ہیں۔ ذرا غور کریں کہ ہمارے ماحول پر اس کا کیا اثر پڑ رہا ہے؟

مشہور ومعروف جھیل ڈل کو دیکھیے۔ چاروں طرف سے اس کا گلا گھونٹا جا رہا ہے اور اس طرح یہ دن بدن سُکڑتی جا رہی ہے۔ قریب قریب یہی حال ہماری دیگر جھیلوں کا بھی ہے۔ اس سب کے لیے کون ذمہ دار ہے؟

ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے قدرت کی طرف سے عطا کیے گیے صاف وشفاف پانی کی جھیلوں، تالابوں، چشموں اور برفیلے پانی کی اَن گنت ندیوں اور دریاؤں کو گندہ

کیا ہے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم پانی کی بہتات کے باوجود صاف پینے کے پانی سے محروم ہو رہے ہیں۔ پینے اور کھانا پکانے کے قابل پانی کی مقدار دِن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔ لوگ گندہ پانی استعمال کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں اور اس طرح روز بروز مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اگر ہم فوری طور پانی کے وسائل کو محفوظ نہ رکھ سکے، تو وہ دن دور نہ ہوگا جب ہمیں اس نعمت سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم رضا کارانہ طور پر اپنے دریاؤں، جھیلوں، تالابوں اور ندیوں کو صاف رکھنے کے لیے ضروری اقدام کریں۔

گلی گلی، محلّہ محلّہ اور بازاروں میں ہر طرف ریڈیو، لاؤڈ اسپیکر اور گاڑیوں کا شور ہے۔ کچھ لوگ تو ریڈیو اور ٹی وی کی آواز کو اتنا تیز کرتے ہیں کہ دوسرے کی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اکثر ڈرائیور اپنی گاڑیوں میں نصب ریڈیو یا ٹیپ ریکارڈر کافی زور سے چلاتے ہیں۔ آواز اتنی اونچی ہوتی ہے کہ لگتا ہے کان کے پردے پھٹ گیے۔ یہ شور آلودگی کی ایک اور شکل ہے۔ یہ آلودگی خطرناک ہے۔ شور سے ہمارے جسم کے مختلف اعضاء خاص کر کانوں اور دماغ پر کافی بُرا اثر پڑتا ہے۔ کیا ہم اس شور کو کم کر سکتے ہیں؟

آلودگی کی ایک بُنیادی وجہ روز بروز بڑھتی ہوئی انسانی آبادی ہے۔ آبادی بڑھتی ہے تو ضرورتیں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔ بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مختلف وسائل پر دباؤ بڑھ رہا ہے۔ زراعت اور بودوباش کے لیے جنگل کے جنگل کاٹے جارہے ہیں۔ آبی ذخائر کو زمین میں تبدیل کیا جارہا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک آنے جانے کے لیے گاڑیوں اور موٹر کاروں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مختلف قسم کی

ضرورتوں کو پورا کرنے کی خاطر نئے نئے کارخانے کھولے جا رہے ہیں۔ ہر طرف مشینوں کی بھرمار ہے۔ فضا میں دھواں اور گرد ہے۔ تازہ ہوا ملنا محال ہو رہا ہے۔ بھرے بازاروں میں دم گھُٹ رہا ہے۔ آلودہ ہوا سے نئی نئی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ تپ دق (TB) جیسی مہلک بیماری نے پھر سر اٹھایا ہے۔ لوگ طرح طرح کی اعصابی بیماریوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اس سب کا کیا علاج ہے؟

ہوا، پانی اور خوراک ہر جاندار کی بنیادی ضرورت ہے۔ لیکن یہ سب آلودگی کا شکار ہیں۔ خوراک کو ہی لے لیجیے۔ اناج، سبزیوں اور پھلوں کی زیادہ پیداوار کے لیے کیمیاوی کھاد کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ کیمیاوی کھاد کے ساتھ ساتھ کیڑا مار دواؤں کا چھڑکاؤ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ دوائیں فصلوں کو بیماری اور زمینی کیڑوں سے محفوظ رکھنے کے کام تو آتی ہیں لیکن ان کیڑا مار دواؤں میں ایک قسم کا زہر بھی موجود ہوتا ہے۔ دواؤں کا کچھ حصہ فصل میں ہی رہ جاتا ہے۔ جب ان غذاؤں کو استعمال کیا جاتا ہے، تو یہ زہر ہمارے جسم میں شامل ہو جاتا ہے اور بہت سی بیماریوں کا سبب بن جاتا ہے۔

موٹر گاڑیوں اور کارخانوں کی مشینوں سے نکلنے والا دھواں ہوا کو آلودہ کر دیتا ہے۔ یہ دھواں نہ صرف انسانوں بلکہ تمام جانداروں اور پیڑ پودوں کے لیے بھی خطرناک ہے۔ کیمیاوی مرکبات کے استعمال کی وجہ سے کرّہ میں موجود اوزون گیس کی پرت (Ozone Layer) میں سوراخ پیدا ہو گیے ہیں۔ اوزون ایک ایسی گیس ہے جو سورج سے آنے والی خطرناک شعاعوں کو زمین تک نہیں آنے دیتی۔ یہ شعاعیں اس قدر خطرناک ہوتی ہیں کہ زمین تک پہنچ جائیں تو جانداروں میں جلد کا کینسر پیدا ہو جائے

اور کوئی جاندار زندہ نہ رہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم ''ایک ہیجانی دور'' سے گزر رہے ہیں۔ ایک طرف انسانی ترقی کا ایک بڑھتا ہوا سیلاب ہے، دوسری طرف اس کی تباہ کاریاں ہیں۔ کچھ لوگ گواب جھلا کر یہ کہنے لگے ہیں کہ ''یہ ترقی تو اس کیکڑے کی طرح ہے جو دیکھتا تو ہے آگے کی طرف اور چلتا پیچھے کی طرف'' اس ترقی کا کچھ بھروسا نہیں۔

موجودہ ترقی کے اس دور میں ہر قسم کی آلودگی سے پورے طور بچا نہیں جاسکتا ہے لیکن اسے کم ضرور کیا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ درخت لگائے جائیں۔ جھیلوں، دریاؤں، تالابوں اور چشموں کے کناروں پر رہنے والی آبادی کو پانی کے ان وسائل سے ذرا دور بسایا جائے۔ بڑے بڑے دریاؤں کو صاف وشفاف رکھنے کے لیے جامع اقدام اٹھائے جائیں۔ جھیلوں اور پانی کے دیگر ذخائر کے اردگرد مکان وغیرہ تعمیر کرنے پر پابندی لگائی جائے۔ کارخانوں سے نکلنے والے بے کار اور

غلیظ مادّوں کو کیمیاوی طریقے سے ٹھکانے لگایا جائے۔ زیادہ سے زیادہ موٹر گاڑیوں میں ایل پی جی (LPG) یا (CNG) کے استعمال کو یقینی بنایا جائے۔ ایٹمی تجربات پر پوری طرح پابندی لگائی جائے۔ شوروغل سے جہاں تک ممکن ہو، بچا جائے۔ ایسے اقدامات کے بعد ہی ہم کافی حد تک آلودگی سے اپنا دامن بچا سکتے ہیں۔

ا......فرہنگ:

لفظ		معنی
آلودگی	:	گندگی۔ فضا میں میلا پن
شفاف	:	صاف ستھرا
بھرمار	:	زیادتی۔ کثرت
فضا	:	زمین کے چاروں طرف ہوا کا کرہ۔ ماحول
مخلوق	:	پیدا کی ہوئی چیزیں
مرکبّات	:	مرکب کی جمع۔ ترکیب دیا گیا۔ کئی چیزوں سے مل کر بنایا گیا
تباہ کاریاں	:	بربادیاں

غلیظ : گندہ

محفوظ : جو حفاظت سے ہو

۲......سوالات

۱۔ آلودگی کی مختلف شکلیں کون کون سی ہیں؟

۲۔ انسانی زندگی پر آلودگی کا کیا اثر پڑ رہا ہے؟

۳۔ کیمیاوی کھاد اور کیڑا مار دواؤں کا استعمال کیوں کیا جاتا ہے؟

۴۔ غذائیں بیماریوں کا سبب کیوں بن جاتی ہیں؟

۵۔ ''دھوئیں'' کو خطرناک کیوں کہا گیا ہے؟

۶۔ ''اوزون لیر'' (Ozone Layer) سے کیا مراد ہے؟

۷۔ شور خطرناک قسم کی آلودگی کیوں ہے؟

۸۔ آلودگی کم کرنے کے لیے کیا کیا طریقے ہیں؟

۳..........اس سبق میں آپ نے یہ دو لفظ پڑھے ہیں:

(۱) مرکبّات (۲) تجربات

مرکبّات جمع ہے مرکب کی اور تجربات جمع ہے تجربہ کی۔ اسی طرح آپ بھی نیچے لکھے ہوئے لفظوں کی جمع بنایئے:

خواہش اختیار ترقی ممکن سوال

۴........ نیچے لکھے ادھورے جملوں کو مکمل کیجیے:

۱۔ آپ کے دائیں بائیں موٹر گاڑیاں..............................

۲۔ کہیں مشینوں کی آواز کانوں کو........................

۳۔ ہر طرف مشینوں کی..................................

۴۔ ہوا، پانی اور خوراک ہر جاندار کی بنیادی ضرورت ہے لیکن یہ سب..............

۵۔ کیمیاوی کھاد ساتھ ساتھ کیڑا مار دواؤں کا....................

٦۔ ایک طرف انسانی ترقی کا.......................دوسری طرف.................

۷۔ کارخانوں سے نکلنے والے غلیظ مادّوں کو کیمیاوی طریقے سے............

۵.......لکھیے:

۱۔ دریائے جہلم کا پانی روز بروز گندہ ہوتا جا رہا ہے۔ ہم کس طرح جہلم اور اس کے پانی کو گندہ ہونے سے بچا سکتے ہیں۔

۲۔ آپ جہاں رہتے ہیں وہاں آس پاس پانی کا کوئی نہ کوئی قدرتی وسیلہ ضرور ہوگا۔ آپ ان وسائل مثلاً دریا، جھیل، تالاب، ندی، چشمے کا نام لکھیں۔ ان وسائل سے دستیاب پانی کو آپ کیسے صاف رکھ سکتے ہیں۔

۶ ...... مندرجہ ذیل عنوانات پر پانچ پانچ جملے لکھیں:

۱۔ اگر پانی نہ ہوتو کیا ہوگا؟
۲۔ شور اور سنگیت میں کیا فرق ہے؟
۳۔ ہم کیسے محسوس کرتے ہیں کہ ہوا تازہ ہے یا گندہ؟
۴۔ جب شور ہوتا ہے تو آپ کو کیا محسوس ہوتا ہے؟

۷......غور کرنے کی باتیں

ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے ہم ہر روز قسم قسم کے گانے سنتے ہیں۔ نت نئے قسم کا ساز سنتے ہیں۔ ہمیں یہ سب کچھ بہت پسند ہے۔ اگر ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی آواز اونچی کی جائے تو یہی گانے، یہی نغمے، یہی سنگیت ہمیں کافی بُرے لگتے ہیں اور ہم اپنے کانوں کو بند کرتے ہیں۔ کیا آپ اونچی آواز پسند کرتے ہیں؟ اونچی آواز شور کا ایک ذریعہ ہے۔

۸......خود پتہ لگائیے

جہاں آپ رہتے ہیں وہاں کتنی آلودگی ہے؟ اس تجربے سے خود معلوم کرو:

۱۔ سفید رنگ کے چار کارڈ لو۔ ہر ایک پر ا سے ۴ تک نمبر لگاؤ اور ہر ایک پر تھوڑی سی واسلین (Vaseline) لگاؤ۔
۲۔ کارڈ نمبر ا کو کسی رش والی سڑک پر رکھ دو۔

کارڈ نمبر ۲ کو کسی پارک میں رکھ دو۔
کارڈ نمبر ۳ کو اپنے اسکول میں رکھ دو۔
کارڈ نمبر ۴ کو اپنے کلاس روم میں رکھ دو۔

۳۔ کارڈوں کو کسی مخصوص جگہ پر ٹیپ یا دھاگے سے باندھ لو اور دن اور وقت نوٹ کر لو۔

تین دن کے بعد سارے کارڈوں کو جمع کر لو۔ ان کارڈوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرو اور دیکھو کون سا کارڈ سب سے گندہ ہے۔

راجا جامبھو لوچن

آپ نے بہت سے راجاؤں کے بارے میں سُنا ہوگا اور پڑھا بھی ہوگا لیکن آج ایک ایسے راجا کا حال بیان کیا جائے گا جو بڑا فیاض اور سخی تھا۔ اُس راجا کا نام جامبھو لوچن تھا۔ اُس کا ایک بھائی بھی تھا۔ وہ بھی راجا تھا۔ اُس کا نام باہولوچن تھا۔

جامبھو لوچن کے راج میں رعایا خوش حال تھی۔ لوگ امن وسکون سے زندگی بسر کرتے تھے۔ کہیں کوئی محتاج نہ تھا۔ اناج کی کمی نہ تھی۔ دور دور سے لوگ سیاحت کی غرض سے یہاں آیا کرتے تھے۔ راجا کے دربار میں ہر شخص کو جانے کی اجازت تھی۔ وہ خود بھی ہر ایک کی فریاد سننے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا تھا۔ راجا نے اعلان کر رکھا تھا کہ کوئی سرکاری اہلکار کسی کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئے۔ راجا کے اِس حکم کی سبھی تعمیل کرتے تھے۔

راجا جامبھو لوچن کو ادب سے بڑا شغف تھا۔ اُس نے اپنے دربار میں متعدد ادیب وشاعر جمع کیے تھے۔ راجا نے اپنے دربار میں کئی قصہ گو بھی رکھے تھے۔ وہ ان سب سے اچھی اچھی باتیں، قصے کہانیاں سُنتا اور خوش ہوتا تھا۔ وہ کبھی کبھی ان ادیبوں اور شاعروں کو انعام واکرام سے بھی نوازتا۔ دربار میں اکثر شعر وادب کی محفلیں منعقد

ہوتیں جن کا حال مخبروں کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا جاتا۔

اس راجا کے کئی قصے مشہور تھے جن کا لوگ اکثر ذکر کرتے تھے۔ ایسا ہی ایک قصہ شکار سے متعلق ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجا کو شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ وہ اپنے درباریوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا۔ کئی دنوں تک جنگل میں گھومتا رہا۔ مگر اُسے کوئی شکار نہ ملا۔ وہ مایوس ہوکر ایک ٹیلے پر جا بیٹھا۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد راجا پھر شکار کے لیے چل نکلا۔ وہ شکار کی تلاش میں بھٹکتے بھٹکتے دور پہاڑیوں کی طرف جا نکلا۔ اچانک اُسے ایک تالاب نظر آیا۔ اُس نے تالاب کے قریب جا کر دیکھا کہ ایک شیر اور بکری اکٹھے تالاب سے پانی پی رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر راجا حیران رہ گیا اور سوچنے لگا کہ شیر جو بکری کو کھا جاتا ہے، کتنے پیار سے بکری کے ساتھ پانی پی رہا ہے۔ اس کے دل میں ہمدردی اور رحم کے جذبات نے جوش مارا اور اُس نے ہمیشہ کے لیے شکار کرنا ترک کر دیا۔ اُس نے عہد کیا کہ اب وہ کسی قسم کا شکار نہیں کرے گا۔ راجا نے جس مقام پر شیر اور بکری کو ایک ساتھ پانی پیتے دیکھا، وہاں ایک خوبصورت شہر بسایا اور اپنے نام پر اُس شہر کا نام جامبھو رکھا، جو رفتہ رفتہ ''جموں'' کے نام سے مشہور ہوا۔ راجا جامبھو لوچن نے اس شہر میں کئی مندر بھی بنوائے۔ اُسی زمانے سے یہ شہر مندروں کا شہر کہلانے لگا۔ ابتداء میں یہ چھوٹا سا شہر تھا۔ آبادی کم تھی، بازار بھی کم تھے۔

بچو! اب جموں شہر بہت پھیل چکا ہے۔ یہاں کی آبادی میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ یہاں ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی سبھی مذاہب کے ماننے والے مل جُل کر بڑے پیار سے رہتے ہیں۔ یہاں کے مقامی باشندوں کو ڈوگرہ کہا جاتا ہے۔ ان کی مادری زبان

ڈوگری ہے۔ لیکن اب گوجری، پہاڑی، پنجابی، کشمیری کے علاوہ اُردو اور ہندی بولنے والے بھی یہاں بس گئے ہیں۔ اب جموں میں بہت سارے بازار ہیں، جہاں کئی طرح کا کاروبار ہوتا ہے۔ بے شمار اسکولوں اور کالجوں کے علاوہ یہاں یونیورسٹیاں بھی ہے۔ اب اس شہر میں چوڑی چوڑی سڑکیں ہیں جن پر گاڑیوں کی ریل پیل ہے۔ کئی جگہ فلائی اُوور بھی تعمیر کیے گئے ہیں، جن سے ٹریفک کی آمدورفت مزید آسان ہوگئی ہے۔ یہاں کی آب و ہوا معتدل ہے۔ یہاں کے لوگ جفاکش اور تنومند ہیں۔ اس شہر میں اب مندروں کے علاوہ، گرجے، مسجدیں اور گوردوارے بھی خاصی تعداد میں ہیں۔ ہوائی اڈہ اور ریلوے اسٹیشن کی سہولت بھی دستیاب ہے۔

ا......فرہنگ:

لفظ	:	معنی
فیاض	:	سخی۔ دریادِل
سخی	:	سخاوت کرنے والا
خوش حال	:	مال دار۔ کھاتا پیتا۔ آسودہ حال

محتاج	:	ضرورت مند۔ حاجت مند۔ غریب۔ مُفلس
سیاحت	:	سفر۔ سیر و تفریح
ہمہ وقت	:	ہر وقت۔ ہمیشہ
تعمیل کرنا	:	حکم بجالانا
متعدد	:	کئی۔ بہت سے
منعقد کرنا	:	قائم کرنا۔ مقرر کرنا
ترک کرنا	:	چھوڑ دینا
تنومند	:	ہٹا کٹا۔ مضبوط جسم والا
جفاکش	:	محنتی

۲......سوالات

۱۔ جامبھولوچن کیسا راجا تھا؟

۲۔ شیر اور بکری والے واقعے کی یادگار کہاں اور کس طرح قائم کی گئی؟

۳۔ شکار کے وقت جامبھولوچن نے جنگل میں کیا منظر دیکھا؟

۴۔ اس سبق میں جو خاص واقعہ بیان کیا گیا ہے، اُسے اپنے لفظوں میں بیان کیجیے؟

۳.......لکھیے:

مندرجہ ذیل الفاظ کی جمع لکھیے۔

ادیب۔ شاعر۔ مندر۔ مسجد۔ منظر۔ قصبہ۔ مقام

۴.......تلاش کیجیے اور بتائیے:

''فیاض'' صفت ہے، اس سے ''فیاضی'' اسم بنتا ہے۔

''سخی'' صفت ہے، اس سے ''سخاوت'' اسم بنتا ہے۔

آپ اس سبق میں پانچ صفت تلاش کیجیے اور پھر ان سے اسم بنائیے۔

پولیتھین جِن

کِردار: سرپنچ۔
ایک آدمی۔
ایک جوان لڑکا۔
ماہر۔
کئی کِسان

" پہلا منظر "

(گاوں کے کِسان سرپنچ کے صحن میں۔ سبھی پریشان اور دل ملول۔ ایک آدمی سرپنچ سے مخاطب ہوتا ہے۔)

ایک آدمی : سرپنچ صاحب ہم لُٹ گئے۔ بُرباد ہوگئے۔ ہمارے بال بچے بھوکے مر جائیں گے۔ پچھلے سال کی طرح اِس سال بھی کھیتوں سے فصل کا ایک بھی دانہ نہیں اُگا۔

سرپنچ : (ایک سرد آہ بھر کر) ہاں۔۔۔ میں بھی پریشان ہوں۔ آخر کہاں گئے وہ دِن جب ہمارے کھیت سونا اُگل رہے تھے۔

ایک آدمی : سرپنچ صاحب مجھے لگتا ہے کہ ہمارے کھیتوں پر کسی دیو یا جِن کا سایہ ہے، جو اِن فصلوں کو اُگنے سے پہلے ہی کھا جاتا ہے۔

دی جموں و کشمیر سٹیٹ بورڈ آف سکول ایجوکیشن

سب لوگ : (ایک ساتھ) ہاں ہاں سرپنچ صاحب ہمارے کھیتوں پر ضرور کسی دیو یا جن کا سایہ ہے۔

ایک آدمی : پچھلے دِنوں ایک درویش نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا۔

سرپنچ : اگر یہ بات ہے تو ہمیں کسی پیر بابا کی مدد لینی چاہیے۔

ایک جوان لڑکا : (کھڑا ہوکر) سرپنچ صاحب۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمارے کھیتوں کی مٹی خراب ہوگئی ہے۔۔۔ بیماری لگ گئی ہے ہماری مٹی کو۔۔۔ پرسوں ریڈیو پر ماہر کہہ رہے تھے۔ کہ ہمیں وقت وقت پر مٹی کی جانچ کرانی چاہیے کیونکہ کئی وجوہات کی بناء پر ہماری مٹی اب فصل دینے کے قابل نہیں رہی ہے۔ میں نے کل اُس ماہر سے اِس بارے میں فون پر بات بھی کی۔

ایک آدمی : (غصہ سے) چار جماعتیں کیا پڑھی ہیں۔ ارے۔۔۔ اِسکا دماغ خراب ہونے لگا ہے۔ توبہ ۔۔توبہ۔۔۔۔۔

سرپنچ : (جوان سے مخاطب ہوکر) سُن چھورے۔۔۔ یہ سب شامت تم جیسے سرپھروں کی وجہ سے آئی ہے۔۔ بھلا مٹی کو کیسی بیماری لگ سکتی ہے؟

(باہر لاوڈ اسپیکر پر اعلان ہوتا ہے۔ سبھی لوگ آواز پر کان دھرتے ہیں)

آواز : گاؤں کے تمام کِسانوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ کل صبح بڑے کھیت میں جمع ہو جائیں۔ جہاں پر ماہرین کی ٹیم کھیتوں کی مٹی کا جایزہ لے گی۔

ایک آدمی : نہیں سرپنچ صاحب نہیں۔۔۔۔ ہم نہیں جائیں گے۔

سب لوگ : (ایک ساتھ) ہاں۔ ہاں ہم وہاں نہیں جائیں گے۔

سرپنچ : (کھڑا ہوکر) کِسان بھائیو، میں جانتا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے کھیتوں کو دیو سے تو آزاد نہیں کر پائیں گے، مگر وہاں جانے میں حرج ہی کیا ہے۔

(کھیتوں کا منظر)

(ماہرین مشینوں کے ذریعے مٹی کی جانچ کر رہے ہیں اور کسان سرپنچ کے اِردگرد کانا پھوسی کر رہے ہیں)

سرپنچ : (ایک ماہر سے مخاطب ہوکر) صاحب جی۔۔۔۔ہمارا خیال ہے کہ اِن کھیتوں پر کسی منحوس دیو کا سایہ ہے۔ہم سوچ رہے ہیں کہ یہاں پر کسی بڑے پیر بابا کو بُلائیں۔

ماہر : (مشین سے نظر اُٹھا کر) دیکھیے سرپنچ صاحب۔کھیتوں پر کسی دیو کا سایا وایا کچھ نہیں۔میں ابھی آپ کو بتاوں گا کہ آپ کے کھیت بانجھ کیوں ہو گئے ہیں۔

(مٹی کا ٹیسٹ کرتے کرتے چونک جاتا ہے)

ماہر : ارے نہیں۔۔۔۔

جوان لڑکا : کیا بات ہے سَر۔آپ اِتنے گھبرا کیوں گئے۔۔۔؟

ماہر : (سرپنچ سے) سرپنچ صاحب آپ کے کھیت بیمار ہو گئے ہیں۔

(لوگ زور زور سے ہنستے ہیں)

ماہر : ہاں ہاں۔اِس مٹی کو ایک خطرناک بیماری لگ گئی ہے۔

جوان لڑکا : (حیران ہوکر) خطرناک بیماری۔۔۔۔وہ کیسے۔۔؟

ماہر : پولیتھین سے۔۔۔۔ پولیتھین لفافوں سے۔۔۔۔دیکھئے۔ بِنا سوچے سمجھے پولیتھین کو کھیتوں میں ڈالنے سے یہی ہوتا ہے۔یہ خطرناک شئے زمین کے اندر رہ کر آس پاس کی مٹی کو بھی زہریلا بنا دیتی ہے۔

لڑکا : مگر پولیتھین تو مٹی کے اندر سڑ جاتا ہے۔

ماہر	:	نہیں۔۔۔بالکل نہیں۔سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ پولیتھین لفافہ تین سو(۳۰۰) سال تک بھی گھل یا سڑ نہیں سکتا ہے۔ اور ہاں۔۔پولیتھین کو جلانے سے جو دھواں خارج ہوتا ہے اُس سے انسانوں میں بھی کینسر جیسی مہلک بیماری لاحق ہوسکتی ہے۔

(لوگ غور سے ماہر کی باتیں سُننے لگتے ہیں)

ماہر	:	پولیتھین اِنسانوں کے ساتھ ساتھ مویشیوں اور آبی جانوروں کے لئے بھی جان لیوا ثابت ہو رہا ہے۔
ایک آدمی	:	مگر وہ کیسے۔۔۔۔۔۔۔؟
ماہر	:	استعمال شُدہ پولیتھین لِفافے گلی کوچوں میں پڑے ہوتے ہیں۔مویشی اُنہیں نِگل لیتے ہیں مگر ہضم نہ ہونے کی صورت میں وہ آہستہ آہستہ مویشی کی جان لے لیتے ہیں۔اِسی طرح آبی جانور بھی دھوکے میں آکر اِس زہریلی شے کو نِگل لیتے ہیں جو اُنکی موت کا باعث بنتا ہے۔
لڑکا	:	صاحب جی۔۔ لوگ تو سبزیاں، میوے یہاں تک کہ دودھ اور دوائیاں بھی پولیتھین کے لفافوں میں ہی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔کیا ان چیزوں پر بھی اِس زہریلی شے کا کُچھ اثر پڑ سکتا ہے۔۔؟
ماہر	:	ہاں۔۔ہم جو کھانے پینے کی اشیاء اِن دیدہ زیب اور خوش رنگ لفافوں میں لاتے لے جاتے ہیں اُن سے وہ کھانا ہمارے لئے مُضرِ صحت بن جاتا ہے۔
ایک آدمی	:	مگر یہ تھوڑے سے لفافے اِتنی بڑی زمین کو خراب کیسے کرسکتے ہیں۔۔؟
ماہر	:	پولیتھین لفافے اِس وقت کافی مقدار میں فروخت کِئے جاتے ہیں۔امریکہ کی ایک ماحولیاتی ایجنسی کے مطابق دُنیا میں ہر سال تقریباً دس کھرب پولیتھین لفافے فروخت کئے جاتے ہیں جن کا صِرف ایک فیصد حصہ سال بھر میں ضائع کیا جاتا ہے۔آپ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ پولیتھین کی سب سے خطرناک قسم کالے رنگ کا پولیتھین ہے۔

سرپنچ : (کھڑا ہوکر) میرے کسان بھائیو۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ صاحب ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ ہم خود ہی اپنے کھیتوں کے دُشمن بن گئے ہیں۔ پولیتھین اور پلاسٹک کا کھلے عام استعمال کر کے ہم اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

سب لوگ : (ایک ساتھ) ہاں۔ہاں۔ یہ صاحب بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔

ماہر : میرے بھائیو۔۔۔ایک عام جن کو آپ جھاڑ پھونک کے ذریعے نکلوا سکتے ہیں۔مگر پولیتھین کا جن اِتنا خطرناک ہے کہ اِس نے پوری دنیا پر اپنا منحوس سایہ ڈال دیا ہے۔حالانکہ بہت سے ممالک نے اِس کی خرید و فروخت پر پہلے ہی پابندی عائد کی ہے۔

سرپنچ : آپ جو کہیں گے ہم کرنے کو تیار ہیں۔ ہمیں صرف یہ بتایئے کہ ہم پولیتھین کی بلا سے کیسے چھٹکارا پا سکیں گے۔

ماہر : آپ لوگوں کو متحد ہو کر پولیتھین کے خلاف آواز اُٹھانی ہے۔ سرکار کو اِس بات پر مجبور کرنا ہے کہ اِس زہریلی شے پر عائد پابندی کو سختی سے عملایا جائے۔

جوان لڑکا : (کھڑا ہوکر) آواز دو۔۔۔۔

سب لوگ : (ایک ساتھ) ہم ایک ہیں۔۔

جوان لڑکا : پولیتھین جن کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سب لوگ : ختم کرو۔۔ختم کرو

(لوگ جلوس کی صورت میں نکل جاتے ہیں اور سٹیج کا پردہ گر جاتا ہے)

ا۔ توضیحات

ذرا غور کیجئے:

اگر اِنسان باریک بینی سے اپنے ماحول کا جائزہ لے گا تو اُسے پتہ چلے گا کہ پولیتھین پوری دُنیا کے لئے

ایک مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔اِس سے نہ صرف زمین بنجر بن رہی ہے بلکہ یہ اِنسان کی صحت کے لئے بھی کافی مُضر ثابت ہو رہا ہے۔ ہمارے آبی ذخیرے نیست ونابود ہو رہے ہیں اور اِس میں بھی پولیتھین کا کافی عمل دخل ہے۔دُنیا کے بیشتر ممالک کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی کئی ریاستوں میں بھی اِس کی خرید وفروخت پر مکمل پابندی لگا دی گئی ہے۔اب ضرورت اِس بات کی ہے کہ اِس پابندی کو سختی سے عملایا جائے۔

۲۔ فرہنگ

لفظ	معنی
ماہر	تجربہ کار
چھورا	نوجوان
پاوں پر کُلہاڑی مارنا	نقصان کرنا
جھاڑ پھونک	منتر
منحوس	بُرا

۳۔ سوالات

i۔ گاوں کے کِسان سرپنچ کے صحن میں کیوں جمع ہو گئے تھے۔؟

ii۔ سرپنچ اور کِسانوں کے مُطابق زمین سے فصل کیوں نہیں اُگ رہی تھی۔؟

iii۔ ماہر نے مٹی کی جانچ کے بعد کیا کہا۔؟

iii۔ پولیتھین کے مُضر اثرات سے متعلق پانچ جملے لکھیے۔

اظہارِ تشکّر

اس کتاب کی تیاری کے لیے بورڈ آف اسکول ایجوکیشن کی ریسرچ وِنگ نے کئی ورک شاپ منعقد کیے جن میں درج ذیل خواتین و حضرات نے شرکت فرمائی۔ میں بورڈ آف اسکول ایجوکیشن کی طرف سے ان سب کا شکر گذار ہوں:

ڈاکٹر عبدالرشید خان
(ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈگری کالج بیروہ)

ڈاکٹر جوہر قدوسی
(ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ ڈگری کالج پانپور)

پروفیسر اسداللہ وانی
پروفیسر شعبہ اُردو، جموں یونیورسٹی

ڈاکٹر عبدالحق نعیمی
اسسٹنٹ پروفیسر، ڈگری کالج تھنہ منڈی

ڈاکٹر غلام نبی حلیم
(ماسٹر گورنمنٹ ہائر اسکینڈری خانصاحب، بڈگام)

محترمہ نزہت شاہ
(اکیڈیمک آفیسر بورڈ آف اسکول ایجوکیشن)

جناب ساسارام
(لیکچرار گورنمنٹ ہائر سکینڈری سکول مبارک منڈی جموں)

جناب عبدالاحد پرے
(ریٹائرڈ ماسٹر، ایس، آئی، ای)

ملک غلام حسن
(ڈائریکٹر اکیڈیمک بورڈ آف اسکول ایجوکیشن)